ہم خواب کیوں دیکھیں

''بھئی واہ کیا معصوم ہیروئین تھی۔'' ایمن نے ڈائجسٹ زور سے بند کرتے ہوئے بڑے طنزیہ انداز میں کہا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی بال برش کرتی رامیہ اس کے انداز پر مُسکرا دی تھی۔

''اس طرز کی دو چار معصومائیں اور پیدا ہوگئیں تو ہم جیسوں کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے انہیں یہ نہیں پتا کہ ان کی شادی ہیرو یعنی کزن صاحب سے ہو رہی ہے۔ سارے جگ کو پتا ہے مگر بے چاری معصومہ لاعلم ہیں۔ شادی والے دن جب دولہا صاحب کمرے میں تشریف لاتے ہیں تو وہ حیران رہ جاتی ہیں اور تمام رنگ ان کے چہرے پر آجاتے ہیں۔ یا یہ ہیروئن بات بے بات لال، گلابی، سرخ، ہری اور نیلی کیوں ہو جاتی ہیں'' ایمن بیڈ پر لیٹتے ہوئے بولی۔

''بھئی ہیروئن کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسی ہی ہو۔ تم نے پرانی پاکستانی اور انڈین فلموں میں ''ہٹیے بڑے وہ ہیں آپ۔ جایئے کوئی دیکھ لے گا'' ٹائپ ڈائیلاگ نہیں سنے۔ ہیروئن کے بولنے کا اسٹائل بھی ایسا ہوتا ہے، جیسے بے چاری دمے کی دائمی مریضہ ہے۔ یعنی یہ کہ یہ روایت ہے کہ ہیروئن اور کچھ ہو نہ ہو شرمیلی ضرور ہو'' ۔ رامیہ اپنے سلکی کمر تک آتے بالوں کو بینڈ میں جکڑتے ہوئے بولی۔ اسے اپنے بالوں کے ساتھ نئے تجربات کرنے میں بہت مزہ آتا تھا۔ کبھی انہیں پرم کروالیتی، کبھی اپنے کسی بھی پسندیدہ رنگ میں ڈائی کروالیتی اور کبھی سیدھے۔ ایمن اس کی ان حرکتوں پر سخت چڑا کرتی تھی۔

''اری کمبخت قدر کر لے ان بالوں کی، مت یہ اوٹ پٹانگ حرکتیں کیا کر۔ ہمیں دیکھو مجال ہے بال بڑھ جائیں، چاہے کتنے ہی جتن کر لو''۔ وہ کہا کرتی۔

''ارے یہ ہیروئنز اپنے مطلب کے وقت معصوم اور شرمیلی بنتی ہیں۔ معصومیت پر تو یہ حال ہے کہ امریکہ پلٹ کزن کو پہلی ہی ملاقات میں اپنی طرف متوجہ کروالیا۔ ارے ہم سے بہتر تو یہ پرائیویٹ میٹرک کر کے گھر بیٹھنے والی ہیروئن ہی ہے۔ یہاں تو سوائے یونیورسٹی میں چار سال گنوانے کے اور کچھ نہ کیا۔ اب اگر اس دوران بھی ہم کچھ نہ کر سکے تو سمجھ لو کہ کبھی کچھ نہیں کر سکتے۔'' ایمن بولتے بولتے جوش میں آکر اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

اس کی بات پر رامیہ شوخی سے مُسکراتی بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''کیوں تم اتنی فکر کر رہی ہو۔ میرا کچھ ہو نہ ہو، مگر تمہاری دلی خواہش تو پوری ہو ہی جائے گی۔ وہ عاشق مرزا صاحب مجھے تو واقعی اسم با مسمی لگے ہیں۔'' ایمن نے تکیہ اُٹھا کر اس کے منہ پر مارا تھا اور وہ ہنس ہنس کر بے حال ہوتی، اس کے حملے سے بچنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''ہاں یہی تو اوقات رہ گئی ہے، اب میری کہ مجھے ان بڑے میاں کا نام لے کر چھیڑا جائے گا۔'' وہ چڑ کر بولی۔

''بھئی ہم نے تو جو دیکھا ہے، وہی کہہ رہے ہیں۔ مس ایمن کیسی طبیعت ہے آپ کی۔ مس ایمن تھکی ہوئی لگ رہی ہیں۔ تھوڑی دیر ریسٹ کر لیں، مس ایمن یہ، مس ایمن وہ، کا وظیفہ پڑھتے ہی دیکھا نہیں''۔ وہ اس کے ممکنہ حملے سے بچنے کی خاطر دروازے کے پاس جا کر بولی۔

''ٹھہر جا''۔ ایمن دانت پیستی اُٹھی تھی اور وہ جلدی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی تھی۔

صبح ایمن کی گاڑی کا ہارن سن کر وہ ٹوسٹ منہ میں ٹھونستی کرسی سے اُٹھی۔

''روزانہ جاتے وقت بھاگ دوڑ مچاتی ہو۔ جلدی کیوں نہیں اُٹھتیں۔ ناشتا بھی ڈھنگ سے نہیں کیا''۔ ممی نے پاپا کے آگے چائے کا کپ رکھتے ہوئے اسے ٹوکا تھا۔

''سویٹ ممی باقی لیکچر شام میں۔ اس وقت دیر ہو رہی ہے''۔ وہ بیگ کندھے پر ڈالتے ہوئے بولی۔ ''میری تو ہر بات ہی لیکچر ہے''۔ وہ ناراضگی سے بولیں۔ وہ ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر مسکراتے ہوئے بولی۔

''آپ ناراض ہوں گی تو میرا سارا دن بُرا گزرے گا''۔

''اچھا اچھا اب یہ ڈرامے مت کرو۔ جاؤ ایمن انتظار کر رہی ہوگی''۔ وہ اس کے بازو ہٹاتے ہوئے بولی تھیں۔ پاپا، ماں بیٹی کے جھگڑے میں خاموش تماشائی بنے مسکرا رہے تھے۔ ممی پاپا کو خدا حافظ کہتی وہ باہر نکل آئی۔

''آج پھر تمہاری وجہ سے دیر ہوگئی۔ پتا ہے ناں وہاں وہ موصوف ویسے ہی سفارشی سمجھ کر ہمارے ساتھ کیسے بی ہیو کرتے ہیں''۔ ایمن نے اسے گھورا تھا۔

''چھوڑو یار ہمیں کون سا کوئی گھر چلانے کے لیے نوکری کرنی ہے۔ زیادہ کچھ کہیں گے تو کھری کھری سنا کر اسی وقت وہاں سے اُٹھ جائیں گے''۔ وہ لاپروائی سے بولی۔

''یہ مذاق کی بات نہیں ہے۔ Intership کے 180 گھنٹوں کے بغیر ہمیں ڈگری نہیں ملے گی۔ ہر چیز کے بارے میں اتنا کیئرلیس ہو کر مت سوچا کرو'' اور اس سے یہ شکایت صرف ایمن ہی کو نہیں بلکہ ممی، پاپا، ندا باجی اور حنا کو بھی تھی۔ حنا جو اس سے صرف دو سال بڑی تھی، اکثر بڑی سنجیدگی سے سمجھایا کرتی۔

''زندگی کے بارے میں تمہارا رویہ بہت غیر سنجیدہ ہے۔ خود کو تبدیل کرو۔ زندگی کے لیے تمہارے کچھ مقاصد ہونے چاہئیں'' اور وہ اس کی ان نصیحتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا کرتی تھی۔ وہ اکثر ایسی ہی باتوں کے جواب میں کہا کرتی۔

''بھئی میرا موٹو ہے کہ زندگی زندہ دلی کا نام ہے۔ لہٰذا تم لوگ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو''۔ بلا گلا، شور شرابہ اور ہنگامہ پروری اس کی طبیعت میں شامل تھا۔ ایمن سے اتنی زیادہ دوستی کا سبب بھی عادتوں کی یہ مماثلت ہی تھی، مگر ایمن اس کی طرح اتنی لاپروا اور بے نیاز نہیں تھی۔ شوخی و شرارت کے ساتھ ساتھ اس کے پاس اپنی آنے والی زندگی کے لیے واضح لائحہ عمل موجود تھا۔ اسکول، کالج اور پھر یونیورسٹی، انہوں نے تمام تعلیمی مدارج ایک ساتھ طے کیے تھے۔ پاپا اسے انجینئرنگ کروانا چاہتے تھے۔ وہ خود سول انجینئر تھے۔ ان ہی کے کہنے پر اس نے انٹر میں پری انجینئرنگ

لے لی تھی۔ جبکہ ایمن نے آرٹس کے مضامین لیے تھے۔ اسے سائنس کے مضامین بالخصوص میتھس میں کوئی دلچسپی نہیں تھی، مگر وہ اس کا مست ملنگ اور لاپرواانداز کہ "کچھ نہ کچھ تو پڑھنا ہے چلو یہی سہی"۔ تب حنا کی شادی نہیں ہوئی تھی، وہ اسے ٹوکتی، "جب تمہاری دلچسپی نہیں ہے تو کیوں بے کار میں اپنی انرجی برباد کر رہی ہو۔ سبجیکٹ چینج کرلو۔ خوامخواہ فیل ویل ہوگئیں تو ہم لوگوں کو شرمندگی اُٹھانے پڑے گی۔

"گرتے ہیں شہہ سوار ہی میدانِ جنگ میں۔" وہ شرارت سے گنگناتی اور حنا سر پیٹ کر رہ جاتی۔ وہ تو خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ پاپا کو خود ہی اندازہ ہوگیا کہ ان مضامین میں وہ چلنے والی نہیں تو اس کے سبجیکٹ چینج کروادیئے۔ انٹر کے بعد اس نے ایمن کے ساتھ ہی آنرز میں ایڈمیشن لے لیا تھا۔ ماس کمیونیکیشن میں ماسٹرز کرنے میں اس کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی کشش نہیں تھی کہ وہاں وہ اور ایمن ساتھ ساتھ تھیں۔ اس کے آنرز کرنے کے دوران ہی حنا کی شادی ہوگئی تھی۔ ندا باجی تو اس کے اسکول کے زمانے ہی میں پیا گھر سدھار چکی تھی۔ اب گھر میں صرف وہ، ممی اور پاپا ہی رہ گئے تھے۔ ان دونوں ہی نے ماسٹرز میں ایڈورٹائزنگ کے اسپیشل کورس کا انتخاب کیا تھا۔ ایمن کے ماموں نے بتایا تھا کہ ان کے کوئی جاننے والے اپنی "ایڈورٹائزنگ ایجنسی" چلا رہے ہیں۔ وہ ان سے ان دونوں کے انٹرنشپ کے لیے بات کریں گے۔ فائنل سمسٹر کے ایگزیمز کے دوران ہی ایمن نے یہ خوش خبری اس کے گوش گزار کردی تھی کہ ماموں نے ان صاحب سے بات کرلی ہے اور پیپرز سے فارغ ہوتے ہی انہیں وہاں جانا ہے۔

جس روز آخری پیپر تھا، اس سے اگلے ہی روز وہ ایمن اور اس کے ماموں کے ہمراہ دانیال سکندر کے روبرو بیٹھی تھیں۔ وہ تو ابھی امتحانوں کی تھکن اُتارنے کے موڈ میں تھی، مگر ایمن نے اس کی ایک نہیں چلنے دی تھی۔ دانیال سکندر ان لوگوں سے بڑے فارمل اور پروفیشنل انداز میں ملا تھا اور اگلے دن سے انہیں جوائن کرنے کو کہا تھا۔ ایمن کے ماموں نے ان لوگوں کو بتایا تھا کہ وہ دانیال سکندر کو براہِ راست نہیں جانتے، وہ ان کے کسی کولیگ کا فرسٹ کزن ہے۔ اسی حوالے سے ان کی بھی اس سے رسمی سی سلام دُعا ہے۔

"آئیڈیل ایڈورٹائزز" میں دانیال سکندر اور اس کے دوست معاذ علی خان کی ففٹی ففٹی پارٹنرشپ تھی۔ تقریباً چھ سال پہلے انہوں نے اپنی یہ ایجنسی اسٹیبلش کی تھی۔ دانیال سکندر تو پورا ٹائم اسی آفس کو دیتا تھا۔ جبکہ معاذ علی خان کے بارے میں ان لوگوں نے سنا تھا کہ وہ آفس کو فل ٹائم نہیں دیتا۔ تین چار گھنٹے آفس میں گزار کر چلا جاتا ہے۔ وہ کسی بہت بڑے گروپ آف نیوز پیپر کے مالک کا اکلوتا بیٹا تھا اور اپنا بقیہ ٹائم وہ وہیں گزارتا تھا۔ یہ ایڈ ایجنسی تو اس نے محض اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو استعمال میں لانے کے لیے جوائن کی تھی۔ اسے اسٹیبلش کرنے کا بنیادی خیال بھی دانیال سکندر کا تھا اور دن رات ایک کر کے اسے ترقی اور کامیابی سے ہمکنار کروانے میں بھی زیادہ ہاتھ اسی کا تھا۔ یہ اور بات تھی کہ معاذ ہر موقع پر اس کے ساتھ ساتھ رہا تھا، سنا تھا کہ وہ بہت جینئس اور بے پناہ تخلیقی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ رامیہ اور ایمن کو یہاں جوائن کیے پانچ چھ روز ہوگئے تھے، مگر اس دوران انہوں نے معاذ کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔

☆

ان دونوں کے علاوہ یہاں تین خواتین اور تھیں، جن میں ایک تو ریسپشنسٹ تھی، دوسری مسز عظمیٰ ظفر تھیں جو یہاں Creativedirector تھیں اور دانیال نے ان دونوں کو انہیں کی Supervision میں دیا تھا۔ پہلے روز ان دونوں کا ان سے تعارف کروانے کے

بعد وہ بولا تھا۔

''ان دونوں کو میں آپ کے حوالے کر رہا ہوں۔ آپ کو انہیں بہت اچھی طرح ٹرینڈ کرنا ہے۔ بالکل فریش پڑھ کر نکلی ہیں، یقیناً بہت سے اچھے آئیڈیاز یہ آپ کو فراہم کریں گی۔ ان کی نئی اور تازہ سوچ اور منفرد خیالات سے فائدہ اُٹھائیں''۔ ان دونوں کے لیے عظمیٰ ظفر کے برابر والے کمرے ہی میں دو ٹیبلز لگا دی گئی تھیں۔ اسی کمرے میں حمنیٰ اور ہمایوں بھی بیٹھا کرتے تھے۔ وہ دونوں انڈس ویلی اسکول کے گریجویٹس تھے اور یہاں سیکھنے والوں کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ دونوں سارا دن کمپیوٹر پر ڈیزائننگ میں مصروف رہتے۔ حمنیٰ بڑی خشک مزاج اور لیے دیئے رہنے والی لڑکی تھی۔ اس لیے ان لوگوں کی اس سے ہائے ہیلو کی حد تک دوستی تھی۔ ہمایوں کی نیچر فرینڈلی تھی اور اس سے ان دونوں کی گپ شپ ہو جایا کرتی تھی۔ زیادہ وقت ان دونوں کو عظمیٰ ظفر نچائے رکھتی تھی۔ بقول رامیہ۔

''پتا نہیں کب کب کے بدلے نکال رہی ہیں یہ ہم لوگوں سے۔ ہمارے آنے سے پہلے ان کا کام کیسے ہوتا ہوگا۔ سارا کام تمہیں اور مجھے سونپ کر خود آرام سے یا تو دانیال سکندر کے آفس میں بیٹھ جائیں گی یا فون پر لمبی لمبی کالیں کریں گی''۔

اور اس کی بات پر ایمن ہنستے ہوئے سمجھانے کی کوشش کرتی۔

''بے وقوف، اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ ہم اس طرح اپنی فیلڈ کے بارے میں جلدی اور بہت کچھ سیکھ جائیں گے اور لوگ تو نئے آنے والوں کو سکھاتے بھی نہیں ہیں۔ یہ تو پھر بھی ہمارے ساتھ بہت کوپریٹ کر رہی ہیں۔ ڈانٹ ڈپٹ کر ہی سہی، سکھا تو رہی ہیں اور فون پر وہ بے چاری کلائنٹس کے ساتھ بات کر رہی ہوتی ہیں اور دانیال سکندر کے روم میں اپنے مختلف پروجیکٹ ڈسکس کر رہی ہوتی ہیں''۔

''تمہیں بڑی اچھی لگ رہی ہیں، اور تیاری دیکھی ہے، ان کی، خود کو ہمارے برابر کا سمجھتی ہیں آئی ایم ہنڈریڈ پرسنٹ شیور، فورٹی تو یہ کب کا کراس کر چکیں اور حرکتیں ملاحظہ کی ہیں بے چاری کے ہر سوٹ میں کپڑا کم ہو جاتا ہے اور سارا زور بے چارے معصوم گلے پر پڑتا ہے۔ چلو کوئی حسین نازک سی کمر ہو تو بندہ اس کی نمائش کرتا اچھا بھی لگے، یہاں تو کمر نہیں پورا کمرہ ہے''۔

وہ بُری طرح چڑ کر بولی تھی اور ایمن ان کمنٹس پر سوائے ہنسنے کے اور کیا کر سکتی تھی۔

☆

''صبح صبح دِل خوش ہو گیا''۔ ایمن نے اپنی کرسی سنبھالتے ہوئے آہستہ آواز میں کہا تھا۔ آواز اتنی بلند تھی کہ صرف برابر والی میز پر بیٹھی رامیہ ہی سن سکے۔ وہ ابھی ابھی دانیال کے کمرے سے آئی تھی۔

''کیا دیکھ آئیں مجھے بھی بتاؤ''۔ رامیہ بے چینی سے بولی تھی۔

''یار ہماری لک واقعی بہت اچھی ہے۔ باس اور سیکنڈ باس دونوں ہی بے تحاشا ہینڈسم ہیں''۔ وہ پین اُٹھاتے ہوئے بولی تھی۔

''اچھا تو آپ معاذ علی خان کے دیدار کر کے آ رہی ہیں۔ کیسا ہے وہ؟ کیا دانیال سکندر سے زیادہ ہینڈسم ہے''۔ رامیہ اپنا سب کام چھوڑ چھاڑ کر ایمن کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

''زیادہ کم کا تو نہیں پتا۔ ویسے ہائٹ دانیال سے تھوڑی زیادہ ہی لگ رہی تھی اور کیا ایتھلیٹ کی طرح اسٹرونگ باڈی ہے۔ پہلی نظر دیکھ کر میں سمجھی کہ شاید کوئی ماڈل ہے۔ وہ تو جب دانیال نے تعارف کروایا تو پتا چلا کہ وہ معاذ علی خان ہیں۔ یار اس بندے کو ماڈلنگ کرنی چاہیے۔ مالبرو کے ایڈ میں جلیٹ مارک ۳ کے ایڈ میں کسی نہ کسی میں ضرور کرنی چاہیے''۔ ایمن اس کے شوق کو ہوا دے رہی تھی۔

''واقعی وہ اتنا ہینڈسم ہے۔ ایسے ہی کمنٹس تم نے پہلی مرتبہ دانیال کو دیکھنے کے بعد گھر جا کر دیئے تھے''۔ رامیہ کی بات پر ایمن بڑی سنجیدگی سے بولی۔

''دونوں اپنی اپنی جگہ اچھے ہیں۔ میں نمبرنگ نہیں کر پا رہی''۔

''چلو تو نمبروں کا فیصلہ میں کر دیتی ہوں''۔ وہ کرسی سے اُٹھتے ہوئے بولی۔

''پاگل ہوگئی ہو۔ وہاں وہ لوگ کسی میٹنگ میں مصروف ہیں۔ مجھے تو انہوں نے خود بلوایا تھا۔ تم خوامخواہ اندر کیسے جاؤ گی''۔ ایمن نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی، مگر وہ رامیہ ہی کیا جو کسی کی سن لے۔ ایک دفعہ کوئی بات دماغ میں آگئی تو آگئی۔

''ڈانٹ کھاؤ گی۔ جاؤ میرا کیا ہے''۔ ایمن نے اسے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کر غصے سے کہا تھا اور وہ لاپروائی سے اس کی بات سنتی باہر نکل گئی تھی۔ اس کی قسمت اچھی تھی یا ایمن کی دعائیں کام آگئی تھیں کہ بغیر کمرے میں جائے وہ ''دیدار'' سے فیض یاب ہوگئی تھی۔ دانیال، معاذ اور مسز ظفر ایک ساتھ اسی طرف آرہے تھے۔

''معاذ'' یہ مس رامیہ کمال ہیں۔ مس ایمن سے تو تم مل ہی چکے ہو۔ ان دونوں نے انٹرنشپ کے لیے یہاں جوائن کیا ہے اور مس رامیہ یہ معاذ علی خان ہے۔ میرا بیسٹ فرینڈ اور بزنس پارٹنر''۔

دانیال نے تعارف کی رسم ادا کی تھی۔ جواب میں وہ بندہ ''پلیز ٹو میٹ یو'' کہتا بڑے تکلف سے تھوڑا سا مسکرایا تھا اور اسے جواب کی مہلت دیئے بغیر دانیال سے کسی نئے ایڈ کے بارے میں بات کرنے لگا تھا۔ اسے اپنا یہاں کھڑا ہونا ایک دم بے کار محسوس ہوا تو واپس اپنے کمرے میں آگئی، جتنا اچھا تاثر اسے دیکھ کر پڑا تھا، اتنا ہی بُرا اس کا اسٹائل دیکھ کر پڑا تھا۔

''کھالی ڈانٹ''۔ ایمن نے اسے آتا دیکھ کر کہا تھا۔

''ڈانٹ کھائیں میرے دشمن، آپ کے ان اپالو کو دیکھ کر آرہی ہوں''۔ وہ جل کر بولی تھی۔ ایمن اس کے انداز پر حیران ہوتی ہوئی بولی۔

''کیوں تمہیں وہ ہینڈسم نہیں لگا''۔

''ہینڈسم تو خیر ہے، مگر اتنا بھی نہیں جتنا تم چڑھا رہی تھیں۔ دانیال سکندر اس سے زیادہ ہینڈسم ہے اور اس سے کہیں زیادہ اچھے دِل والا بھی۔ مجھے تو موصوف ایک دم بناوٹی لگے۔ زبردستی خود کو بزی پوز کرنا''۔ وہ اپنی ناپسندیدگی کا واضح اظہار کرتے ہوئے بولی۔

معاذ کے بارے میں اس نے پہلی ملاقات میں جو رائے قائم کی تھی، وہ مزید خراب محض اگلے ہی روز ہوگئی۔ وہ بڑے انہماک سے اپنے کام میں مصروف تھی۔ جب مسز ظفر نے اسے انٹرکام کیا۔

''مس رامیہ! کل جو میں نے آپ کو فائل دی تھی، وہ لے کر آئیں پلیز''۔ ان کا پیغام سنتے ہی وہ فائل کی تلاش میں نظریں دوڑانے لگی بسکٹ بنانے والی ایک کمپنی اپنی نئی پروڈکٹ لاؤنچ کروا رہی تھی اور اس کام میں وہ مسز ظفر کی معاونت کر رہی تھی۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ کام مکمل کر کے اس نے فائل بڑی احتیاط سے اپنی دراز میں رکھی تھی، مگر اب اس کا کہیں نام ونشان تک نہیں تھا۔ وہ شدید پریشانی کے عالم میں فائل تلاش کر رہی تھی، جب مسز ظفر نے دوبارہ انٹر کام کیا، ''کیا کر رہی ہیں آپ، اتنے سے کام میں اتنی دیر لگا رہی ہیں۔ کلائنٹ آئے بیٹھے ہیں۔'' وہ خفگی سے بولی تھیں۔

''وہ مسز ظفر فائل پتا نہیں میں نے کہاں رکھ دی۔ مجھے مل نہیں رہی''۔ وہ اٹکتے ہوئے بولی تھی۔ اور جواب میں ان کی خاموشی شاید سامنے بیٹھے کلائنٹ کی وجہ سے رہی ہوگی۔ ایمن بھی اپنا کام چھوڑ کر اس کے ساتھ فائل ڈھونڈنے میں مصروف ہوگئی تھی اور ساتھ ساتھ اسے بُرا بھلا بھی کہتی جا رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد معاذ نے اسے اپنے آفس میں طلب کیا تھا۔ پیون کی زبانی یہ پیغام سن کر اس سے زیادہ ایمن پریشان ہوگئی تھی۔

''دیکھو غلطی تمہاری ہے۔ اگر وہ کچھ کہیں تو چپ چاپ سن لینا، جواب دینے مت کھڑی ہو جانا''۔ وہ اس سے التجائیہ انداز میں بولی تھی، وہ معاذ کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ سامنے مسز ظفر بھی بیٹھی ہوئی تھیں، اسے دیکھ کر انہوں نے بہت بُرا منہ بنایا تھا۔ اسے اشارے سے بیٹھنے کے لیے کہتا وہ ہنوز گفتگو میں مصروف تھا۔ اپنی تمام تر بولڈنیس کے باوجود تھوڑا تھوڑا ڈر تو اسے لگ ہی رہا تھا۔ شاید اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا، اس لیے۔ فون بند کر کے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''کچھ احساس ہے آپ کو آج آپ نے کیا حرکت کی ہے''۔ وہ برہمی سے گویا ہوا تھا۔

''جو شخص ایک فائل سنبھال کر نہ رکھ سکے، اس پر کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ آپ کا رویہ کسی پیشہ ورانہ انسان کا رویہ لگ رہا ہے۔ کم سے کم مجھے تو نہیں لگ رہا۔ پیشہ ورانہ ایسے نہیں ہوتے''۔ وہ چیخ چلا نہیں رہا تھا۔ آرام سے بات کر رہا تھا، مگر انداز بہت برہم اور ناراضگی لیے ہوئے تھے۔ وہ اپنی عادت کے برخلاف چپ چاپ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

''معاذ میں نے تو صرف دانیال کے کہنے پر کہ نئی ہیں، انہیں کام سکھانا ہے، سوچ کر فائل دے دی تھی کہ اس پر میرے ساتھ کام بھی کروائیں اور دیکھیں کہ کام کس طرح ہوتا ہے''۔ مسز ظفر نے ایک سخت نگاہ اس کی طرف ڈال کر معاذ کو مخاطب کیا۔

''آپ کو بھی سوچ سمجھ کر چلنا چاہیے۔ کام سکھانے کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ کسی غیر ذمہ دار شخص کو اتنی اہم فائل دے دیتیں''۔ وہ ان کی بات کے جواب میں بڑے خشک اور روڈ انداز میں بولا تھا اور اس کی بات پر مسز ظفر کا منہ مزید پھول گیا تھا۔

''اگر ایسے ہی چلتا رہا تو ہو چکا کام۔ آپ لوگ تو بنا بنایا امیج خراب کر دیں گے۔ مارکیٹ میں کتنا سخت مقابلہ ہے۔ اس پر اگر ہم لوگ اس طرح اپنے کلائنٹس کے ساتھ ڈیل کرنے لگے تو کون آئے گا، ہمارے پاس۔ کلائنٹ کے پاس جب ہم سے بہتر چوائس موجود ہوگی جہاں اس کا کام وقت پر اور زیادہ اچھی طرح ہوگا تو وہ یہاں خوار ہونے کیوں آئے گا''۔ وہ اپنے سامنے بیٹھی دونوں خواتین سے بہت پروفیشنل اور روڈ انداز میں بولا تھا۔

''بہرحال میں نے ابھی تو انہیں بھیج دیا ہے۔ دوپہر تین بجے کا ٹائم طے ہوا ہے، ان کے ساتھ میٹنگ کے لیے۔ مجھے فائل ایک گھنٹے کے اندر اندر اپنی ٹیبل پر چاہیے''۔ اب کے مخاطب صرف وہ تھی۔ اس کا دوٹوک، انتہائی سخت اور بے لچک انداز اسے سر بھی نہیں اُٹھانے دے رہا تھا۔

''کیا ہوا، کیا انہوں نے تمہیں ڈانٹا''۔ اسے اندر آتا دیکھ کر ایمن بے تابی سے اُٹھ گئی تھی۔ ہمایوں اور حمنیٰ بھی اُدھر ہی متوجہ تھے۔

''ایک گھنٹے کے اندر فائل ڈھونڈنے کا الٹی میٹم دیا ہے۔'' وہ حمنیٰ اور ہمایوں کی وجہ سے خود کو نارمل پوز کرتے ہوئے بولی تھی۔ ایمن نے مزید کچھ پوچھنے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے اس کے ساتھ دوبارہ فائل کی تلاش شروع کردی تھی۔

''ارے یہ کیا ہے''۔ ایمن اس کی ٹیبل کے کونے میں دو تین کتابوں کے نیچے دبی ایک فائل نکالتے ہوئے بولی تھی۔

''یہی تو ہے، اوہ تھینکس گاڈ''۔ رامیہ نے سکون کا سانس لیا تھا اور ایمن نے اسے بُری طرح گھور کر دیکھا تھا۔

''تم کبھی نہیں سدھرو گی۔ یہ اس طرح یہاں رکھنے کی چیز تھی۔ حد ہے لاپروائی کی۔'' وہ اس کی بات اَن سنی کر کے معاذ کے کمرے میں آئی تھی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا، اس لیے وہ ایسے ہی اندر آ گئی۔ دانیال اور وہ بیٹھے کسی بات پر قہقہہ لگا کر ہنس رہے تھے۔

''دوسروں کو مصیبت میں ڈال کر خود قہقہے لگا رہے ہیں''۔ اس نے جل کر سوچا۔ اسے دیکھ کر دونوں چپ ہو گئے تھے۔

''فرمایئے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔ جواب میں کچھ کہنے کی بجائے اس نے فائل اس کے سامنے رکھ دی تھی۔

''مل گئی یہ؟'' رامیہ کا دل چاہا کہے ''نہیں ابھی ڈھونڈ رہی ہوں۔ مل گئی ہے تب ہی سامنے رکھی نظر آ رہی ہے''۔

''ٹھیک ہے آپ جائیں۔'' وہ ایک نظر اس پر ڈال کر بولا تھا۔ دانیال شاید اس تمام قصے سے لاعلم تھا۔ اس لیے خاموشی سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ جس خاموشی سے آئی تھی، ویسے ہی نکل بھی گئی تھی۔

''اگر عابد ماموں کا خیال نہ ہوتا تو میں اچھی طرح موصوف کا دماغ درست کر دیتی''۔ وہ پیپسی کا سپ لیتے ہوئے بہت بُرا منہ بنا کر بولی تھی۔

''چوری اور سینہ زوری اسے ہی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے تمہیں کچھ غلط تو نہیں کہا۔ غلطی بہرحال تمہاری تھی''۔ ایمن کی بات اسے بُری طرح تپا گئی تھی۔

''میری دوست ہو کر تم میرے خلاف بول رہی ہو''۔

''اپنے اندر برداشت پیدا کرو اور اب اس قصے کو ختم کرو''۔ ایمن نے فروٹ سیلڈ کھاتے ہوئے کہا۔

''تمہیں مبارک ہو، وہاں جانا۔ میں تو کل سے نہیں جانے کی۔ پتا نہیں خود کو سمجھتے کیا ہیں۔ سیدھے منہ بات تو کرتے نہیں ہیں۔ اتنے دن بھی صرف تمہاری وجہ سے برداشت کیا ہے۔ خود کو کوئی بہت اونچی شے سمجھتے ہیں۔ موصوف سن گلاسز لگا کر سگریٹ کا دھواں اُڑاتے اور عالی شان گاڑیوں میں بیٹھ کر وہ خود کو کوئی بہت بڑا لارڈ سمجھتے ہیں اور ہم بے چاری تو انہیں غریب غرباء نظر آتی ہیں۔ سمجھتے ہوں گے، چپ چاپ سن لیں گی۔ میرے پاپا کی ڈریسنگ دیکھیں تو دنگ رہ جائیں گے۔ خود کو تو کلر سینس تک نہیں ہے''۔ وہ کھانا پینا چھوڑ کر مسلسل بولنے میں مصروف تھی۔ ایمن اس کے تپے ہوئے انداز پر ہنس پڑی تھی۔ وہ آفس سے واپسی میں رامیہ کو ڈراپ کر کے گھر جانے کے بجائے اس کے ساتھ اندر آ گئی تھی اور اب

اسے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوششوں میں مصروف تھی کہ وہ اتنی سی بات پر سب چھوڑ چھاڑ کر گھر نہ بیٹھے۔ دو گھنٹوں کی مغز ماری کے باوجود وہ اسے قائل کرنے میں ناکام رہی تھی۔ وہ دونوں لاؤنج میں آئیں تو پاپا وہاں بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔

''کیا مسئلہ ہو گیا ہے بیٹا؟'' وہ شاید ان لوگوں کی تھوڑی بہت گفتگو سن چکے تھے۔ ان کے پوچھنے کے دیر تھی۔ ایمن اسے بولنے کا موقع دیئے بغیر نان اسٹاپ شروع ہو گئی تھی اور تمام قصہ من و عن سنا دیا تھا۔

''غلطی تو بیٹا آپ ہی کی ہے اور انہوں نے آپ کو ناجائز تو کچھ نہیں کہا۔ اپنے اندر برداشت پیدا کریں۔ ہاں یہ میں کبھی نہیں کہوں گا کہ کسی کی غلط بات سن کر آ جائیں۔ جہاں آپ کو پتا ہو کہ میں حق پر ہوں تو وہاں اپنی بات پر ڈٹ جائیں، سامنے والے کو ایک کی چار سنائیں''۔ پاپا کی بات کا اختتامی حصہ ممی نے بھی سن لیا تھا۔

''آپ اور اسے شہ دیں۔ پہلے ہی یہ کون سی کم ہے۔ خاندان بھر میں ہر ایک یہی کہتا پھرتا ہے کہ صبا نے اپنی بڑی بیٹیوں کی تو بہت اچھی تربیت کی ہے۔ یہ چھوٹی ہری مرچ پتا نہیں کس پر چلی گئی ہے۔'' وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی تھیں۔

''ہاں وہ اللہ میاں کی گائے ندا باجی اور اخلاقیات کی ماری حنا تو سب کو اچھی ہی لگیں گی۔ منہ پر کسی کو جواب دینا جو نہیں آتا، بعد میں آ کر آپ کے سامنے اپنے دُکھڑے روتی ہیں۔ ممی، خالہ تو پکی ساس بن گئی ہیں، خالہ بھانجی کا رشتہ تو جیسے ختم ہو گیا''۔ وہ حنا کے لہجے میں عقل اُتارتے ہوئے بولی۔ پاپا اور ایمن اس کے انداز پر ہنس پڑے تھے، جبکہ ممی مزید غصے میں آ گئی تھیں۔

''تمہاری ہونے والی ساس سے تو مجھے ابھی سے ہمدردی ہے۔'' وہ ناراضگی سے بولی تھیں۔

''آنٹی وہ بے چاری تو جس دن یہ پیدا ہوئی ہو گی، اسی دن دہشت سے مر گئی ہوں گی۔'' ایمن نے لقمہ دیا تھا اور وہ پاپا کی موجودگی کا لحاظ کرتے ہوئے خاموش رہی تھی، ورنہ ایمن اور اپنی ہونے والی ساس کی شان میں ٹھیک ٹھاک قصیدہ خوانی کرتی، کیونکہ تمام بات ایمن کی وجہ سے پاپا کے علم میں آ چکی تھی، لہٰذا اب وہاں نہ جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ وہ اگلے روز خود پر بڑا جبر کر کے آفس آئی تھی۔ دانیال نے اسے اور ایمن کو اپنے کمرے میں بلوایا تھا۔

''کیسا لگ رہا ہے، آپ لوگوں کو یہاں پر۔ ہمارے ہاں کا ماحول، کام کرنے کا طریقہ کار، آپ لوگوں کو کوئی شکایت تو نہیں''۔ وہ بڑی سنجیدگی سے دریافت کر رہا تھا، ان دس دنوں میں یہ پہلا موقع تھا۔ وہ ان لوگوں سے اس طرح بات کر رہا تھا۔ ورنہ انہیں مسز ظفر کے سپرد کرنے کے بعد وہ ان دونوں سے تقریباً لاتعلق ہی ہو چکا تھا۔

''یہاں کا ماحول بہت اچھا ہے اور ہمیں یہاں سیکھنے کو بھی بہت کچھ مل رہا ہے۔'' ایمن فوراً بولی تھی۔ دانیال اس کے بعد فیلڈ سے متعلق ان لوگوں سے بات کرنے لگا تھا۔ رامیہ تمام گفتگو کے دوران خاموش رہی تھی۔

''مس رامیہ! بہت چپ ہیں''۔ وہ مُسکراتے ہوئے بولا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ جواب میں کچھ کہتی معاذ اندر داخل ہوا تھا۔

''اسلام علیکم''۔ وہ مشترکہ سب پر سلامتی بھیجتا کرسی سنبھال چکا تھا۔

''آپ لوگوں کا رزلٹ تو ابھی نہیں آیا ناں''۔ معاذ کے سلام کا جواب دے کر وہ دوبارہ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''نہیں ابھی نہیں آیا''۔ جواب پھر ایمن ہی نے دیا تھا۔

''کیا ارادے ہیں، خالی فرسٹ ڈویژن آ رہی ہے یا کوئی پوزیشن وغیرہ بھی''۔

''پوزیشن تو رامیہ ہی کی آئے گی۔ پچھلے سمسٹر میں بھی اس کی تھرڈ پوزیشن میں صرف ۵ نمبر ہی کم رہ گئے تھے''۔ ایمن کی اس غلط بیانی پر وہ اسے گھور کر رہ گئی۔ پانچ دس منٹ مزید وہاں بیٹھ کر وہ دونوں واپس اپنے کمرے میں آ گئی تھیں۔

''کیا تم چپ گھنوں کی طرح بیٹھی تھی۔ ویسے کیسی قینچی کی طرح زبان چلتی ہے اور جہاں بیٹھ کر بولنا چاہیے تھا، وہاں چپ شاہ کا روزہ رکھے بیٹھی رہیں''۔ ایمن نے اسے گھر کا تھا۔

''جن لوگوں سے میرا بات کرنے کا دل نہیں چاہتا، میں نہیں کرتی اور تم نے وہاں وہ فضول بکواس کیوں کی تھی''۔ وہ چڑ کر بولی تھی۔

''یار صرف تمہارا اچھا امپریشن ڈالنے کے لیے تاکہ ان لوگوں کو پتا چلے کہ ان کے سامنے ایک پوزیشن ہولڈر لڑکی بیٹھی ہے اور ویسے بھی ۵ اور ۵۰ میں صرف ایک زیرو ہی کا تو فرق ہے''۔ ایمن شرارتی مسکراہٹ چہرے پر لیے بولی اور رامیہ غصے کے باوجود ہنس پڑی تھی۔

اگلے روز وہ اپنے نارمل موڈ میں تھی۔ اسے جتنی جلدی غصہ آیا کرتا تھا، اتنی ہی جلدی اتر بھی جاتا تھا۔ وہ غصے کی تیز تھی۔ تحمل اور برداشت نام کو بھی نہیں تھا، مگر ایمن کو اس کی یہی بات سب سے زیادہ پسند تھی کہ وہ دوسروں کی طرف سے فوراً دل صاف کر لیا کرتی تھی۔ لڑائی جھگڑا کیا برا بھلا کہا اور بعد میں بالکل نارمل، ایسے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

وہ اور ایمن مسز ظفر کے کمرے میں بیٹھی تھیں، جب کسی کام سے دانیال بھی وہیں آ گیا۔ انہیں دیکھ کر وہ گرم جوشی سے مسکراتا ہوا مسز ظفر سے مخاطب ہوا۔

''اور سنائیں مسز ظفر، دونوں معزز خواتین کیسی جا رہی ہیں''۔ جواب میں وہ ایمن کے ساتھ ساتھ رامیہ کے بارے میں بھی اچھی رائے دینے پر مجبور تھیں۔ اس نے اس روز کے بعد سے بڑی سنجیدگی اور توجہ سے کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس میں بہت بڑا ہاتھ پاپا کا بھی تھا، جنہوں نے اسے خود کو اپنے کام کے ذریعے منوانے اور اپنی اہمیت دوسروں کے سامنے بڑھانے پر کافی سیر حاصل لیکچر دیا تھا۔

''ویری گڈ۔ ایسے ہی دل لگا کر کام کریں''۔ دانیال ان کے تبصرے کے جواب میں ان دونوں سے مخاطب ہوا تھا۔ عاشق مرزا صاحب کی انٹری پر وہ جو بڑی سنجیدگی سے بیٹھی پہلے مسز ظفر اور اب دانیال کے کمنٹس سن رہی تھی۔ ایک دم سر جھکا کر اپنی مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کرنے لگی۔

یہ عاشق مرزا صاحب بھی بڑے مزے کی چیز تھے۔ شروع شروع میں ایک دوبار ایمن نے بزرگ سمجھتے ہوئے ان سے ذرا زیادہ ہی بات کر لی تو وہ پتا نہیں کس غلط فہمی کا شکار ہو گئے اور اب روزانہ تین چار چکر ان کے سیکشن کے ضرور لگایا کرتے، حالانکہ وہ اکاؤنٹس کے شعبے میں تھے مگر اپنا کام کاج چھوڑ کر اکثر ایمن کے پاس آ کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ ایمن ان کی حرکتوں پر چڑنے کے باوجود انہیں کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ اپنے ڈیڈی کی ایج کے بندے کو خود میں انٹرسٹڈ دیکھ کر وہ رامیہ کے مذاق کا خوب ہی نشانہ بنتی تھی۔

''آیئے عاشق صاحب تشریف رکھیے''۔ دانیال خوش اخلاقی سے بولا تھا۔

''باہر اتنا زبردست موسم ہو رہا ہے۔ اس برستے موسم میں تو گرما گرم سموسے ہونے چاہئیں۔ کیوں مس ایمن''۔ ان کی اس بات پر رامیہ نے ٹیبل کے نیچے سے ایمن کو ٹانگ ماری تھی۔ ان کے مس ایمن میں اتنی مٹھاس ہوتی کہ رامیہ سے ہنسی روکنی مشکل ہو جاتی تھی۔ ایمن زبردستی مسکرا کر بولی تھی۔

''جی ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ''۔ رامیہ کی طرف دیکھنے سے وہ قصداً گریز کر رہی تھی۔ انہوں نے فوراً پیون کو بلا کر سموسے اور چائے لانے کو کہا تھا۔ رامیہ نے ایمن کو دوبارہ ٹانگ ماری تو دانیال نے تعجب سے اس کی طرف دیکھا۔ پہلی مرتبہ اس کی ٹانگ لگنے کو تو وہ غلطی سمجھ کر نظر انداز کر گیا تھا، وہ ہنسی روکنے کی کوشش میں بے حال ہوتی ایمن کی طرف دیکھ رہی تھی۔ عاشق صاحب بظاہر سب کے ساتھ باتیں کرتے گا ہے بگا ہے ایک پیار بھری نظر ایمن پر بھی ڈال لیتے تھے۔

''ایکسکیوزمی، میں ابھی آتی ہوں''۔ ہنسی جب بالکل ہی برداشت سے باہر ہو گئی تو وہ فوراً معذرت کرتی باہر نکلی تھی۔ Reception پورا خالی پڑا تھا، وہ وہاں صوفے پر بیٹھ کر ہنسنے لگی تھی۔ کسی سے فون پر بات کرتی زارا نے اسے تعجب سے دیکھا تھا۔ ہنستے ہنستے آنکھوں سے پانی نکلنے لگا تھا۔ آفس میں داخل ہوتا معاذ اسے اکیلے بے وقوفوں کی طرح ہنستے دیکھ کر ٹھٹک کر رک گیا تھا۔ اسے دیکھ کر ایک دم رامیہ کی ہنسی کو بریک لگ گیا تھا۔

''اسلام علیکم''۔ وہ سنجیدہ ہو گئی تھی۔

''وعلیکم سلام، خیریت سے ہیں آپ۔ طبیعت وغیرہ ٹھیک ہے۔'' وہ اس کا طنز سمجھ گئی تھی۔

''جی الحمدللہ خیریت ہے۔ ایمن نے پرسوں مجھے ایک جوک سنایا تھا، اسی پر ہنس رہی تھی''۔

''ماشاءاللہ بڑی ذہین ہیں آپ''۔ وہ طنزیہ انداز میں اسے جواب دیتا اپنے کمرے میں چلا گیا تھا اور وہ بُرا سا منہ بناتی واپس ایمن وغیرہ کے پاس جا کر بیٹھ گئی تھی۔

☆

ایمن اور رامیہ لنچ کرنے کے ایف سی آئی تھیں۔ آفس سے قریب ہونے کی وجہ سے وہ دونوں اکثر لنچ یہیں کیا کرتی تھیں۔ دونوں ہی فاسٹ فوڈز بالخصوص کے ایف سی اور میکڈونلڈ کی دیوانی تھیں۔ لنچ ٹائم ہونے کی وجہ سے بے تحاشا رش تھا۔ وہ دونوں اپنا Meal سنبھالے جلدی سے خالی نظر آتی ایک ٹیبل کی طرف بڑھ گئیں۔ دونوں ہی نے اپنی پچھلی ٹیبل پر بیٹھے دانیال اور معاذ کو نہیں دیکھا تھا۔

''خبردار اب اگر تم نے مجھے ان بڑے میاں کا نام لے کر چھیڑا تو میں تمہیں قتل کر دوں گی''۔ ایمن نے بیٹھتے ساتھ ہی رامیہ کی کسی بات کے جواب میں کہا تھا۔ رامیہ اس کے چڑچڑے انداز پر ہنس دی تھی۔

''کوئی ڈھنگ کا بندہ تو پسند کرتا نہیں ہے۔ یونیورسٹی میں بھی جھک ماری اور اب آفس میں بھی کاش میں کسی رومانٹک ناول کی ہیروئن ہوتی، جس پر اس کے ہینڈسم اور اسمارٹ باس پہلے ہی دن مہربان ہو جاتے۔ یہاں تو باس رسمی باتوں کے علاوہ منہ ہی نہیں لگاتے''۔ وہ اپنی پلیٹ میں

کیچ اپ ڈالتے ہوئے بڑے دکھ بھرے انداز میں بولی۔

''کیا پتا دانیال پہلے سے شادی شدہ ہوں، ورنہ اتنی خوب صورت لڑکیوں کو کون اگنور کرسکتا ہے''۔ رامیہ نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔ اس کے خوب صورت لڑکیاں کہنے پر دانیال اور معاذ دونوں ہی ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنس دیئے تھے۔

''کوئی نہیں شادی شدہ، میں نے ماموں سے پوچھا تھا۔'' ایمن نے اس کی بات رد کر دی تھی۔

''تم نے ماموں سے یہ بات پوچھ لی۔ تمہیں شرم نہیں آئی''۔ رامیہ برگر واپس پلیٹ میں رکھ کر حیرانی سے بولی تھی۔

''بھئی باتوں باتوں میں۔ ایسی پاگل بھی نہیں ہوں''۔ ایمن نے بڑے مزے سے جواب دیا۔ ''ویسے معاملہ کچھ کچھ سیریس لگ رہا ہے۔ ماموں سے انفارمیشن بھی حاصل کر لی گئیں اور مجھے پتا تک نہیں''۔ رامیہ کی بات پر وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

''تمہیں کچھ بتانے کا فائدہ۔ کون سا تم نے میرے لیے کچھ کرنا ہے۔ لوگوں کی اتنی اچھی اچھی فرینڈز ہوتی ہیں۔ ایک تم ہو، ایک دم بکواس''۔ ایمن نے اسے غیرت دلانے کی کوشش کی تھی۔

''بیٹا تمہارے یہ زرین خیالات آج ہی آنٹی کو جا کر بتاؤں گی اور کہوں گی کہ جلدی سے کچھ انتظام کریں، لڑکی ہاتھوں سے نکل رہی ہے''۔ رامیہ نے اسے دھمکایا تھا۔

''ہاں تم سے اور اُمید بھی کیا کی جاسکتی ہے''۔ وہ جل کر بولی تھی۔ دانیال اور معاذ ان دونوں کی باتوں پر مُسکراتے وہاں سے اُٹھ گئے تھے۔ وہ اپنی لن ترانیوں میں مصروف انہیں دیکھ نہیں پائی تھیں۔

اگلا دن اپنے ساتھ بہت سی انوکھی باتیں لایا تھا۔ ایمن کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، اس لیے وہ نہیں آئی تھی۔ رامیہ کو صبح پاپا نے آفس ڈراپ کیا تھا۔ گھر میں دوسری گاڑی موجود تھی، اسے ڈرائیونگ بھی آتی تھی، مگر ممی اسے اکیلے گاڑی ڈرائیو کرنے کی اجازت کبھی بھی نہیں دیتی تھیں۔

''گاڑی تمہارے حوالے کر دی تو میں تو سارا وقت مصلے پر بیٹھی رہوں گی''۔ وہ اس کی لاپرواہیوں اور لاابالی پن سے عاجز تھیں۔ دانیال کے بلاوے پر وہ اس کے کمرے میں گئی تو وہ بڑی فرصت سے بیٹھا، اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے آکر بیٹھے ایک منٹ ہی ہوا ہوگا کہ پیون نے چائے لا کر رکھ دی۔ اس کی آنکھوں پر نظر پڑی تو وہ مُسکرا کر بولا۔

''میرا چائے پینے کا موڈ ہو رہا تھا۔ سوچا اکیلے کیوں پیوں۔ اس لیے آپ کو بلوا لیا۔ ویسے آپ بزی تو نہیں تھیں''۔ وہ دِل ہی دِل میں حیران ہوتی نفی میں گردن ہلا گئی تھی۔ اس سے پہلے اتنے دنوں میں تو کبھی اس طرح چائے پینے کے لیے نہیں بلوایا گیا تھا۔

''اور سنائیں پڑھائی کے علاوہ آپ کے کیا مشاغل ہیں''۔ وہ چائے کا سپ لیتے ہوئے بولا تھا۔ اس طرح غیر متعلقہ گفتگو اس نے اس سے پہلے کبھی نہیں کی تھی۔ اچانک اس کے دل میں ایک اور خیال آیا۔

''ہوسکتا ہے یہ مجھ سے ایمن کے بارے میں کچھ بات کرنا چاہتا ہو۔ آفٹر آل وہ اتنی چارمنگ اور کیوٹ ہے، اسے کوئی بھی پسند کرسکتا ہے۔ اس نے یہ سوچا ہوگا کہ آج ایمن نہیں آئی، یہ بہترین موقع ہے اس کی دوست سے اس کے بارے میں سب کچھ جاننے کا''۔ یہ خیال آنے کی

دیر تھی، وہ ایک دم ریلیکس ہو کر بیٹھ گئی۔

''میرے مشاغل کی تو لمبی چوڑی لسٹ ہے۔ ویسے Top three میں کھانا، سونا اور بے تحاشا بولنا شامل ہیں''۔ دانیال جو بڑی دیر سے اس کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہا تھا، اس کے اتنی صاف گوئی سے اپنے مشاغل بتانے پر بے اختیار ہنس پڑا۔

''یہ خود سے بات شروع کرتے ہچکچا رہا ہے۔ مجھے خود ہی ایمن کا ذکر شروع کر دینا چاہیے''۔ وہ خود سے کہتی دانیال کی طرف دیکھ کر ہلکا سا مُسکرائی اور بولی۔

''ویسے تو ہم لوگ بیسٹ فرینڈ ہیں، لیکن عادتیں بالکل مختلف ہیں۔ ایمن تو ہر کام وقت پر کرتی ہے۔ اس کی لائف میں بڑا ڈسپلن ہے۔ چاہے چھٹی کا دن ہو، وہ صبح سویرے اُٹھ جاتی ہے۔'' وہ دوستی کا حق ادا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

(کوئی بات نہیں، اتنے جھوٹ سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اللہ تعالیٰ ویسے بھی اس جھوٹ پر جو کسی ''مصلحت'' کی وجہ سے بولا گیا ہو، بالکل ناراض نہیں ہوتے)

خود کو تسلی دی گئی تھی۔

''مجھے تو اس طرح کے لوگ بالکل نہیں پسند۔ یہ کیا کہ زندگی کو بالکل فوجیوں کے انداز میں گزارا جائے۔ مجھے تو ایسے لوگ پسند ہیں جو زندگی کو اپنے من پسند انداز میں گزاریں۔ کام سر پر نہ سوار کریں''۔ دانیال کا جواب اس کی توقعات کے بالکل برخلاف تھا۔

''خوامخواہ جھوٹ بول کر گناہ کمایا۔ پہلے سامنے والے کی پسند ناپسند تو معلوم کرلو۔ نادان دوست اسے ہی کہتے ہیں''۔ اسے نے خود کو ڈانٹا۔

''بائی داوے آج مس ایمن نہیں آئی ہیں تو آپ جائیں گی کیسے؟'' وہ یقیناً اس بات سے آگاہ تھا کہ روزانہ وہ ایمن کی گاڑی میں آتی ہے۔

''پاپا آئیں گے لینے''۔ وہ چائے کا کپ خالی کرتے ہوئے بولی تھی۔

''ایسا کریں انہیں فون کر کے منع کر دیں۔ خوامخواہ انہیں تکلیف ہوگی۔ آپ کا گھر تو میرے راستے ہی میں آتا ہے، میں آپ کو ڈراپ کر دوں گا''۔ وہ آج اسے مسلسل حیران کر رہا تھا۔

''ایسا کریں، ابھی فون کر دیں۔ کہیں بعد میں آپ بھول نہ جائیں۔'' وہ اپنا موبائل اسے پکڑاتا ہوا بولا۔ اپنی تمام تر بولڈنیس کے باوجود وہ ایک دم نروس سی ہو گئی تھی۔ بہر حال پاپا کو فون کر کے اس نے منع کر دیا تھا۔

دانیال کے برابر گاڑی میں بیٹھ کر اسے اس کی علاوہ اور کوئی پرابلم نہیں تھی کہ یہ آج اچانک اس طرح مہربان کیوں ہوا ہے۔ اپنے صبح والے خیالات پر بھی اسے نظر ثانی کرنی پڑ رہی تھی، کیونکہ ایمن کے بارے میں تو اس نے ایک بھی بات نہیں کی تھی۔

''آپ مائینڈ تو نہیں کریں گی، اگر میں آپ سے ایک پرسنل سوال کروں''۔ دانیال نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

''جی پوچھیں''۔

'Are You Engaged''۔ وہ ایک نظر اس پر ڈال کر بولا تھا اور رامیہ کا دل دھک سے رہ گیا تھا۔ عام حالات میں دانیال میں کوئی

برائی نہیں تھی، مگر اپنی دوست کے حق پر ڈاکہ ڈالنے کا تو وہ کبھی تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ ایمن کو پتا چلا تو اسے کتنا دکھ ہوگا۔ میں اسے بتاؤں گی ہی نہیں کہ دانیال نے ایسی کوئی بات کہی ہے۔

"میری انگیجمینٹ تو بچپن ہی میں میرے فرسٹ کزن سے ہوگئی تھی، لیکن آپ نے یہ بات کیوں پوچھی"۔ وہ ایک دم معصوم بن گئی تھی اور دانیال اس کے جواب پر پتا نہیں کیا سوچ کر ہنس پڑا تھا۔ اپنی بات کے جواب میں اس کی یہ معنی خیز ہنسی رامیہ کی سمجھ سے باہر تھی۔

"دوست ہو تو ایسی ہو، مان گئے آپ کو، مس ایمن واقعی لکی ہیں کہ انہیں آپ جیسی مخلص فرینڈ ملی ہے"۔ دانیال نے مسکراہٹ دباتے ہوئے قدرے شوخی سے کہا تھا۔

"آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں"۔ وہ آخرکار بُری طرح چڑ گئی تھی۔

"صرف یہی کہ ایسی دوست اور کہاں ہوگی جو دوست کی خاطر اچانک اپنی منگنی کروالے، وہ بھی بچپن میں"۔ وہ دوبارہ ہنسا تھا۔ رامیہ کا سر شرمندگی سے جھک گیا تھا، مگر وہ یہ ضرور سوچ رہی تھی کہ اسے کیسے پتا چلا کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں۔

"بھئی یہ صرف ایک چھوٹا سا ڈرامہ تھا۔ دراصل میں خود کو چیک کر رہا تھا کہ مجھ میں کامیاب اداکار بننے کی صلاحیت ہے یا نہیں"۔ دانیال کی بات پر اس نے اپنا جھکا ہوا سر اُٹھایا اور جو دل میں آرہا تھا، وہ فوراً ہی کہہ بھی دیا۔

"آپ ایمن کو پسند کرتے ہیں ناں"۔

"مان گئے تم واقعی جینئس ہو، تم سے فرسٹ ٹائم مل کر میں نے تمہارے بارے میں یہی رائے قائم کی تھی کہ تم ایک ذہین لڑکی ہو۔ ویسے تم نے میری بے تکلفی کا بُرا تو نہیں مانا"۔ وہ بڑے مزے سے اس کی بات تسلیم کر گیا تھا اور رامیہ خوشی سے چیختے چیختے رہ گئی تھی۔

"لیکن خبردار جو ابھی اپنی دوست صاحبہ کو کچھ بتایا ہو"۔ وہ اسے اپنے اگلے پروگرام سے آگاہ کرنے لگا۔

"لیکن اس طرح تو وہ مجھ سے ناراض ہوجائے گی"۔ وہ معترض تھی۔

"نہیں ہوگی۔ کم آن کیوں اگر مگر کر رہی ہو۔ تھوڑی تھرل رہے گی، مزہ آئے گا"۔ اسے گیٹ پر ڈراپ کرتا دانیال اس سے وعدہ لے چکا تھا کہ وہ ابھی ایمن کو کچھ نہیں بتائے گی۔

☆

"کیا واقعی تمہیں دانیال نے گھر ڈراپ کیا تھا؟" ایمن کو جیسے یہ بات بڑی غیر یقینی سی لگ رہی تھی۔ سونے سے پہلے اس نے فون کر کے ایمن کی خیریت دریافت کی تھی اور ایمن کے پوچھنے پر کہ آج وہ واپسی میں کیسے آئی اسے دانیال کے ساتھ آنے کا بتایا تھا۔

"کیوں تم میں کیا سرخاب کے پر لگے ہیں جو تمہیں ڈراپ کرنے کی آفر کی گئی۔ بے چاری زارا روزانہ بس میں جاتی ہے۔ اسے تو کبھی ایسی کوئی آفر نہیں کی گئی"۔ ایمن کا جیلس اسٹائل رامیہ کو بہت مزہ دے رہا تھا۔

"چلو یہ بات تم خود کل دانیال سے پوچھ لینا"۔ وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے سنجیدگی سے بولی تھی۔

"مجھے کیا ضرورت پڑی ہے، کچھ پوچھنے کی"۔ وہ ایک دم خود کو لا پرواپوز کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی اور پھر دانستہ طور پر اس نے گفتگو کا موضوع تبدیل کر دیا تھا، مگر اس کے لہجے میں چھپی بے چینی رامیہ سے پوشیدہ نہیں تھی۔ سونے سے پہلے تک وہ ایمن کی کیفیت انجوائے کرتی رہی تھی۔

"ایمن یوسف بندہ تمہیں ٹھیک کا ٹکرایا ہے۔ سیر کو سوا سیر اِسے ہی کہا جاتا ہے"۔ وہ مُسکراتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

☆

صبح ان لوگوں کو آفس آ کر بیٹھے ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی ہوگی کہ دانیال نے اسے انٹر کام پر اپنے کمرے میں بلایا۔ ایمن بظاہر کام میں مصروف تھی مگر اس کی تمام حسیات اِدھر ہی مرکوز تھیں۔ وہ ایک سرسری نظر ایمن پر ڈالتی اُٹھ گئی تھی۔ دانیال نے بڑی گرم جوشی سے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔ اس کی زبانی ایمن کی کل کی تمام باتیں سن کر وہ بڑا محظوظ ہو رہا تھا۔

"لیکن جب اسے سب پتا چلے گا تو وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گی"۔ رامیہ کو تھوڑا تھوڑا ایمن کی ناراضی کا خوف بھی تھا۔

"تم یہ بتاؤ تمہیں مزہ آ رہا ہے یا نہیں"۔ وہ اطمینان سے بولا تھا۔

"مزہ تو خیر آ رہا ہے۔ ہمیشہ ہر شرارت ہم دونوں نے مل کر کی ہے اور ہماری شرارتوں سے آج تک کوئی محفوظ نہیں رہا۔ پہلی مرتبہ ایسا ہو رہا ہے کہ میں اسے ستا رہی ہوں"۔ وہ ایمن کی رونی شکل ذہن میں لاتے ہوئے ہنس پڑی تھی۔

"بس تو پھر فکر چھوڑو اور جہاں تک ناراض ہونے کا سوال ہے تو اس کی گارنٹی میں دیتا ہوں کہ وہ تم سے ناراض نہیں ہوگی"۔ وہ تسلی دیتا ہوا بولا تھا۔

"چائے پیو گی؟"

"اتنی گرمی میں چائے"۔ اس نے فوراً انکار کیا۔

"اچھا کولڈ ڈرنک"۔

"اگر میری خاطر مدارت کرنے کا اتنا ہی موڈ ہے تو میں تو آئس کریم کھاؤں گی"۔ دانیال اس کے بے تکلف انداز پر ہنس پڑا تھا۔ پھر دانیال کے ساتھ بیٹھ کر اپنی فیورٹ پائن ایپل آئس کریم کھاتے ہوئے اس نے دُنیا زمانے کی کتنی ساری باتیں کی تھیں۔ اسے کسی بھی نئے بندے سے بے تکلف ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگتا تھا۔ بس شرط صرف یہ تھی کہ سامنے والا اس کا ہم مزاج ہو، اسے روکھے پھیکے، ڈل اور خشک مزاج لوگ زہر لگتے تھے اور دانیال تو اسے بالکل اپنی ٹائپ کا لگا تھا۔ زندگی کو انجوائے کرنے والا۔ اس کا فرسٹ امپریشن ان لوگوں پر کتنا مختلف پڑا تھا۔ وہ لوگ اسے ایک پکا پروفیشنل اور قدرے خشک مزاج سا بندہ سمجھتی تھیں، جبکہ وہ تو بہت پیاری نیچر کا مالک تھا۔ رامیہ، ایمن کی قسمت پر رشک کر رہی تھی۔ ایمن نے اس سے پوچھا نہیں تھا کہ دانیال نے کیوں بلایا ہے، مگر بے چینی اس کے ہر انداز سے ظاہر تھی۔ رامیہ نے آ کر بڑے آرام سے دوبارہ اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ ایمن نے دو تین مرتبہ اس کی طرف دیکھا کہ شاید اب وہ بتائے گی کہ بلاوا کس خوشی میں تھا، مگر وہ تو اس طرح کام میں مگن تھی، جیسے اس سے زیادہ اہم کوئی اور بات ہی نہ ہو۔

☆

''سنا ہے میں بہت پوز کرتا ہوں۔ اپنے بارے میں مجھے کئی خوش فہمیاں ہیں۔ خود کو کسی ڈیوک یا لارڈ سے کم نہیں سمجھتا''۔ وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بڑے اعتماد سے بولا تھا۔ وہ صرف ایک پل کے لیے نروس ہوئی تھی۔ اگلے لمحے وہ دانیال کو گھور کر دیکھ رہی تھی۔

''اسے کیا گھور رہی ہیں۔ میری بات کا جواب دیں''۔ وہ ٹیبل پر دونوں ہاتھ جما کر کھڑا اپنے جواب کا منتظر تھا۔

''جی ہاں آپ نے بالکل ٹھیک سنا ہے''۔ ڈرتی تو وہ کسی سے نہیں تھی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بڑے آرام سے بولی تھی اور اس کے جواب پر وہ دونوں ہی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تھے۔

''میں نے تم سے کہا تھا ناں یہ لڑکی بہت مختلف ہے۔ بہت بولڈ اور با اعتماد''۔ دانیال نے معاذ کو مخاطب کر کے کی تو اس کی تعریف ہی تھی، مگر اسے پھر بھی دانیال پر بے تحاشا غصہ آیا تھا۔

''میں نے آپ پر بھروسہ کر کے ایک بات کہی تھی تو اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ اس کا ڈھنڈورا سارے جگ میں پیٹ دیں''۔ اس نے کل ہی باتوں باتوں میں دانیال سے اس کی اور معاذ کی دوستی پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے بارے میں یہ کمنٹس دیئے تھے۔

''بھئی میں نے سوچا کہ میرے دونوں فرینڈز کے بیچ مس انڈر اسٹینڈنگ اور ٹینشن نہیں رہنی چاہیے۔ اس لیے معاذ کو ساری بات بتا دی''۔ وہ اس کا غصہ کم کرنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

''میرا خیال ہے میرے دونوں فرینڈز کے بیچ بھی کسی قسم کی غلط فہمی نہیں رہنی چاہیے۔ میں بھی جا کر ایمن کو ساری بات بتا کر آتی ہوں''۔ اس کے لہجے میں چھپی دھمکی پر معاذ ہنس پڑا تھا، جبکہ دانیال فوراً اسے منانے لگا تھا۔

''تمہیں بُرا لگا تو سوری۔ میں تو صرف یہ چاہ رہا تھا کہ تم نے معاذ کے بارے میں جو غلط رائے قائم کی ہے، وہ دور ہو جائے۔ اس سے بھی میں نے یہی کہا تھا۔ مگر ان موصوف نے آ کر ساری بات حرف بہ حرف دُہرا کر کام خراب کر دیا''۔ وہ معاذ کو گھورتا ہوا بولا تھا۔

''اچھا چلو پینلٹی کے طور پر آج لنچ میری طرف سے، وہ بھی تمہاری کسی پسند کی جگہ پر''۔ دانیال نے اسے لالچ دیا تو وہ منہ بناتے ہوئے بولی۔

''شکریہ، لنچ تو میں ایمن کے ساتھ کروں گی''۔ معاذ جو اسے بڑی توجہ سے بغور دیکھ رہا تھا۔ بڑی سنجیدگی سے دانیال سے بولا۔

''تمہاری قریب کی نظر کمزور ہو گئی ہے''۔ رامیہ نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ اس کے جملے کی معنی خیزی تو وہ محسوس کر گئی تھی مگر مطلب سمجھنے سے قاصر تھی۔ دانیال نے ہنستے ہوئے معاذ کو گھور کر دیکھا تھا۔ اسے کرسی پر سے اُٹھتا دیکھ کر دانیال بے ساختہ بولا۔

''کیا ہوا کہاں جا رہی ہو؟''

''خوامخواہ میری وجہ سے آپ لوگوں کو ''کوڈ ورڈز'' میں بات کرنی پڑ رہی ہے۔ میں چلی جاؤں گی تو آرام سے بات کر لیجیے گا''۔ وہ منہ بنا کر بولی تھی۔ معاذ ہنوز لبوں پر مُسکراہٹ لیے اسے دیکھ رہا تھا، جبکہ دانیال ابھی اسے منانے کے لیے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ گلاس ڈور کے اس طرف کھڑی ایمن پر نظر پڑتے ہی ادھر متوجہ ہو گیا۔ رامیہ نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں اس طرف دیکھا تو ایمن دکھائی دی۔ وہ اندر آنے کی بجائے واپس مڑ گئی تھی۔ وہ ایک دم اس کے پیچھے گئی تھی۔

''کیا ہوا ایمن؟ کوئی کام تھا؟'' وہ تیز قدموں سے چلتی اس تک پہنچ چکی تھی۔

''لنچ ٹائم ہو گیا ہے۔ میں اسی لیے تمہیں دیکھنے آئی تھی کہ کہاں ہو'' وہ آدھ گھنٹہ پہلے اس سے کہے بغیر خود ہی دانیال کے کمرے میں چلی آئی تھی۔

''پھر اس طرح واپس کیوں آ گئیں، اندر آ جاتیں۔ مجھے تو خیال ہی نہیں رہا تھا کہ لنچ ٹائم ہو گیا ہے۔'' وہ اس کے اُداس چہرے پر ایک نظر ڈال کر بولی۔

''میں نے سوچا شاید کوئی امپورٹنٹ بات ہو رہی ہے، اس لیے ڈسٹرب نہیں کیا''۔ وہ اس سے بڑے شاکی لہجے میں بولی تھی۔ رامیہ نے ''امپورٹنٹ بات'' کی کوئی وضاحت کیے بغیر فوراً کہا۔

''چلو پھر چلتے ہیں۔ تم گاڑی نکالو۔ میں اپنا بیگ لے کر آ رہی ہوں''۔ ایمن گردن ہلاتی دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ لنچ کے دوران بھی وہ رامیہ سے کھچی کھچی رہی کھانا بھی اس نے برائے نام کھایا۔ رامیہ کو اس کی حالت پر ایک دم رحم آنے لگا۔

''بھاڑ میں گیا انجوائے منٹ اور تھرل۔ میں دانیال سے بات کروں گی کہ ختم کرے یہ ڈرامہ''۔ وہ دل ہی دل میں پکا ارادہ کر چکی تھی۔ اچانک اس کا دھیان معاذ کے ان نا سمجھ میں آنے والے کمنٹس کی طرف چلا گیا اور ایک دم ہی اس کی سمجھ میں اس بات کا مطلب آ گیا۔ ایمن اکثر بڑا چڑ کر اسے کہا کرتی تھی ''تم ساتھ ہوتی ہو تو مجھے تو کوئی دیکھتا بھی نہیں ہے۔ حالانکہ کوئی ایسی حسینہ عالم بھی نہیں ہو۔ بس یہ ہے کہ خود کو Maintain کر کے رکھا ہوا ہے۔ میک اپ کا سینس ہے۔ کپڑوں کی چوائس اچھی ہے۔ باقی اس کے علاوہ تو کچھ بھی نہیں ہے جو تمہیں مختلف بناتا ہو''۔ وہ ان کمنٹس پر دل کھول کر ہنسا کرتی تھی۔

حنا کی شادی سے پہلے جب بھی کبھی وہ لوگ کسی فنکشن یا شادی وغیرہ میں جاتیں تو تیار ہونے کے بعد حنا اکثر کہا کرتی تھی۔

''تقریباً ایک جیسا ڈریس ہے ہم دونوں کا، مگر تم زیادہ اسٹائلش لگ رہی ہو۔ کچھ بات ہے تم میں جو تمہیں مختلف بناتی ہے۔ تم میں بہت اسٹائل ہے۔ عام سے لان کے سوٹ میں بالوں کو کلپ بھی کیا ہوا ہو تو بھی تم ماڈل نظر آتی ہو''۔

حالانکہ حنا کے نقوش اس سے زیادہ پیارے تھے۔ رنگت بھی اس کے مقابلے میں زیادہ صاف تھی، مگر جو اسٹائل جو نزاکت اس میں تھی، وہ حنا میں نہ تھا۔ اپنی ان خوبیوں کا اسے خود بھی احساس تھا، مگر اس چیز کو اس نے کبھی بھی سر پر سوار نہیں کیا تھا۔

''کیا ہوا کہاں کھو گئیں؟'' ایمن نے اس کے سامنے ہاتھ لہرایا تو وہ ایک دم چونک گئی۔

''کچھ نہیں''۔ ایمن اس کے جواب پر چپ سی ہو گئی تھی۔ شاید وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ رامیہ اس سے کچھ چھپا رہی ہے۔ شام میں گھر واپس جاتے ہوئے ایمن اس سے بولی۔

''رامیہ ہم نے کبھی ایک دوسرے سے کچھ نہیں چھپایا۔ ہے نا''۔

''ہاں لیکن تمہیں یہ بات کہنے کی ضرورت کیوں پڑی''۔ وہ کھڑکی سے باہر کا نظارہ کرتی بے نیازی سے بولی۔

''اس سوال کا جواب بھی تمہارے ہی پاس ہے۔ میں بس یہ چاہتی ہوں کہ ہماری دوستی میں کبھی کوئی دراڑ نہ آئے۔ ہم پہلے کی طرح ایک دوسرے سے صرف سچ بولیں۔'' ایمن نے بڑی سنجیدگی سے کہا تھا اور وہ بغیر کوئی جواب دیئے حدیقہ کے ''بو ہے باریاں'' کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

رات میں اس نے دانیال کو فون کر کے ایمن کو سب کچھ صاف صاف بتانے کے لیے کہا تھا۔

''میں اب مزید اسے بے وقوف نہیں بنا سکتی، وہ بہت پریشان ہے''۔

''کیسی بور لڑکی ہو۔ نہ خود انجوائے کر رہی ہو، نہ دوسروں کو کرنے دے رہی ہو''۔ وہ بُرا سا منہ بنا کر بولا تھا۔ ان لوگوں کی وہاں Internship کے صرف دو ہی دن رہ گئے تھے۔ دانیال نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ دو دن بعد وہ ساری بات کلیئر کر کے اس ڈرامے کو ختم کر دے گا۔

اسے فلو نے ایسا گھیرا کہ وہ ان دو دنوں میں جا ہی نہ سکی۔ وہ سوچ رہی تھی، پتا نہیں کیا ہوا ہوگا۔ دانیال نے ایمن سے کچھ کہا ہوگا کہ نہیں۔ ممی نے مسلسل بستر پر لٹایا ہوا تھا۔

''حالت دیکھو ذرا اپنی چپس، برگر، پیپسی اور آئس کریم بس یہ اوٹ پٹانگ چیزیں کھلائے، جاؤ ڈھنگ کی کوئی چیز کھانے کو دو تو منہ بن جائے گا''۔ وہ زبردستی اسے دودھ پلواتے ہوئے بڑبڑا رہی تھیں۔

شام میں ممی نے اسے کارڈلیس پکڑاتے ہوئے کہا ''تمہارا فون ہے'' دوسری طرف سے آتی معاذ کی آواز سن کر وہ حیران رہ گئی تھی۔

''میں نے سوچا خیریت دریافت کرلوں۔ آج دوسرا دن ہے شاید خاتون زیادہ ہی بیمار ہوگئی ہیں''۔ وہ اس کی حیرت کے جواب میں بولا تھا۔

''نہیں بیمار تو کوئی زیادہ نہیں ہوں۔ معمولی سے بخار اور نزلہ کھانسی پر ممی حد سے زیادہ پریشان ہوگئی ہیں، ورنہ میں تو آج آنا چاہ رہی تھی۔'' وہ کچھ بیزاری سے بولی تھی۔

''ویسے آپ کے فون کرنے کا بہت بہت شکریہ''۔ وہ مزید گویا ہوئی۔

''شکریہ۔'' وہ شکریہ کو خوب لمبا کھینچتا ہوا بولا تھا۔

''یہ اتنے بڑے بڑے وزنی جملے آپ کے منہ سے اچھے نہیں لگ رہے۔ آپ کا آؤٹ اسپوکن انداز زیادہ بہتر ہے۔ اینی وے اپنا خیال رکھیے گا، بائے''۔ وہ کارڈلیس ہاتھ میں لیے اب تک کچھ حیران سی تھی۔ اگلے روز وہ پاپا کے ساتھ آفس گئی تھی۔ ایمن کو تو ظاہر ہے، اب نہیں آنا تھا۔

''کیسی طبیعت ہے؟'' دانیال نے اسے دیکھتے ہی سوال کیا تھا۔

''بڑی فکر ہے میری طبیعت کی، فون کر کے خیریت تک تو پوچھی نہیں''۔ وہ خفگی سے بولی۔

''کیوں پرسوں کس نے فون کیا تھا''۔ دانیال نے اسے یاد دلانے کی کوشش کی۔

''پرسوں کیا تھا۔ کل تو نہیں کیا''۔ وہ غصے سے بولی۔

''پرسوں بات کر کے ہی مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ طبیعت زیادہ خراب نہیں ہے، بس نخرے ہو رہے ہیں''۔ وہ اطمینان سے کہتا اسے چڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''ابھی تو آپ کو معلوم نہیں ہے کہ نخرے کہتے کس کو ہیں۔ خیر کوئی بات نہیں آگے مجھ سے بہت کام پڑیں گے۔ میں بتا دوں گی''۔ وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولی۔ پھر کچھ دیر بعد جب اسے ایمن کا خیال آیا اور اس نے دانیال سے اس بارے میں پوچھا تو وہ بولا۔

''میں تو ابھی اور ستانے کے موڈ میں تھا، مگر تمہیں دوست کی ہمدردی کا بخار زیادہ ہی چڑھ رہا ہے۔ اس لیے مزید پروگرام ملتوی کر دیا، ویسے یہ دو دن خاموشی سے گزرے، میں نے کچھ زیادہ بات نہیں کی۔''

''کون سے جنم کا بدلہ لے رہے ہیں، اس بے چاری سے''۔ اس نے دانیال کو گھورا تھا اور وہ شریری مُسکراہٹ چہرے پر لیے شاید ایمن ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

☆

ایمن کے ساتھ Expo centre میں گھومتے ہوئے وہ بڑا انجوائے کر رہی تھی، جبکہ ایمن ابھی تک کچھ حیران سی تھی۔

''یہ بیٹھے بٹھائے تمہیں سوجھی کیا۔ پہلے سے فون پر انفارم تو کر دیتیں۔ ایک دم ایسی افراتفری مچائی کہ میں تو بوکھلا گئی''۔ وہ اس کی حیرت کے جواب میں بڑے سکون سے مُسکراتے ہوئے بولی۔

''بس دو پاس اس ایگزیبیشن کے میرے ہاتھ لگے اور اتفاق سے فراز بھی آیا ہوا تھا۔ میں نے سوچا موقع سے فائدہ اُٹھایا جائے، آرام سے اس کے ساتھ تمہارے گھر آ گئی۔ یار آئی ٹی کی اتنی شان دار ایگزیبیشن اگر ہم مس کر دیتے تو کتنا افسوس ہوتا''۔ وہ ایک سٹال کے سامنے رُکتی ہوئی بولی۔ ایمن تو پوری طرح نمائش دیکھنے میں محو تھی۔ جبکہ وہ کن انکھیوں سے گرد و پیش کا جائزہ لینے میں مصروف تھی۔ رش اتنا تھا کہ اللہ کی پناہ۔

''اس رش میں دانیال نظر کیسے آئے گا''۔ وہ دانیال کے اس بے تکے آئیڈیے پر ابھی چڑ ہی رہی تھی کہ وہ کچھ فاصلے پر کھڑا نظر آ گیا۔ وہ اسے پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ ایک نظر دانیال پر ڈالنے کے بعد وہ ایمن کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس دھکم پیل میں بھی محترمہ نئے ماڈل کے Laptop کا پورا معائنہ کر رہی تھی۔ رامیہ موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے بڑی آہستگی سے وہاں سے کھسکنا شروع ہوئی۔ اگلے دو اسٹالز اور کراس کرنے کے بعد اس نے ایک دم اپنی رفتار بڑھا دی۔ مختلف لوگوں سے ٹکراتی ہو بلاخر ہال ''A'' سے باہر نکل آئی تھی، وہ دونوں یہاں فراز کے ساتھ آئی تھیں، جس کے دوست کا اسٹال ہال ''B'' میں لگا ہوا تھا اور وہ وہیں تھا۔ وہ ڈھونڈتی ہوئی فراز تک پہنچ گئی تھی۔

''اتنی جلدی واپس چلنا ہے اور وہ تمہاری فرینڈ کہاں رہ گئی''۔ وہ اس کے جلدی مچانے پر حیران ہوا تھا۔

''بس میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ مجھے گھر چلنا ہے''۔ وہ دو ٹوک انداز میں بولی تو فراز اپنے دوستوں سے خدا حافظ کہتا، اس کے ساتھ آ گیا تھا۔ وہ بے چارہ سمجھا کہ شاید گرمی کی وجہ سے اس کا بی پی لو ہو رہا ہے۔ اس لیے جلدی سے اسے فریش جوس پلوایا اور فوراً ہی گھر ڈراپ کر دیا۔ آفس سے وہ لنچ ٹائم کے بعد ہی اُٹھ گئی تھی۔ پروگرام تو اس کا فون کر کے ایمن کو اپنے ہاں بلانے کا تھا، مگر اتفاق سے فراز آ گیا تو اس نے اپنے پروگرام میں تھوڑی سی رد و بدل کر لی تھی۔ ایمن نے اسے نہ پا کر کتنا ڈھونڈا ہو گا اور پتا نہیں دانیال نے اس سے کیا کیا باتیں کی ہوں گی۔ وہ سب تفصیلات جاننے کے لیے بُری طرح بے چین تھی اور اس کی بے چینی جلد ہی دور بھی ہو گئی تھی۔ ایمن نے کمرے میں آ کر تکیے کشنز اور جو کچھ اس

کے ہاتھ لگ رہا تھا، اس کے اوپر پھینکنے شروع کر دیئے تھے۔

”ذلیل، کمینی، میرے خلاف سازشیں کرتے تمہیں ذرا بھی شرم نہ آئی۔ میری دوست ہو کر آلہ کار دوسروں کی بنی ہوئی تھیں۔“ وہ اِدھر سے اُدھر بھاگتی دوڑتی ان حملوں سے بچنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کوریڈور سے گزرتی ممی نے جو اندر سے آتی عجیب وغریب آوازیں سنیں تو ایک دم بوکھلا کر اندر آ گئیں۔

”خیر تو ہے بیٹا؟“ انہیں دیکھ کر ایمن نے ہاتھ میں پکڑا گلدان بڑی شرمندگی کے عالم میں کمر کے پیچھے چھپا لیا تھا، جبکہ وہ اپنی سانسوں پر قابو پاتی بولی ”جی ممی“ وہ اتنی دیر میں کمرے کی ابتر حالت پر نظریں دوڑا چکی تھیں اور ایک مایوس نظر ان دونوں پر ڈالتی بغیر کچھ کہے کمرے سے چلی گئیں تو ایمن بُری طرح شرمندہ ہوگئی۔

”یار آنٹی ناراض ہوگئیں“۔ وہ فکر مند ہوئی۔ ”تمہیں آتے ہی سلطانہ ڈاکو بننے کے لیے کس نے کہا تھا، خدا کی بندی منہ سے بات نہیں کر سکتی تھیں“۔ وہ جلدی جلدی سب چیزیں اپنے ٹھکانے پر رکھتی ہوئی بولی۔

”بس وہ مجھے تم پر اتنا غصہ آ رہا تھا کہ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کروں“۔ وہ ناراضی سے بولی۔

”ناراض ہونا ہے تو دانیال سے ہو۔ میرا اس سب میں کوئی قصور نہیں ہے۔ میں تو صرف ان کی بات ماننے کی گناہ گار ہوں اور وہ بھی تمہاری وجہ سے“۔ وہ اطمینان سے بولی۔

”میری وجہ سے؟“ وہ حیران ہوئی۔

”ہاں تو اور کس کی وجہ سے آئندہ ہماری دوستی اتنے ہی شان دار طریقے سے قائم و دائم رہے۔ اس کے لیے اولین شرط یہ کہ ہم دونوں کے ایک دوسرے کے ”ان“ کے ساتھ اچھے دوستانہ مراسم ہوں، تاکہ انہیں ہماری بے تحاشا دوستی اور میل جول پر کوئی اعتراض نہ ہو“۔ وہ فلور کشن پر گرتے ہوئے بولی۔

”ویسے ہوا کیا۔ کچھ مجھے بھی تو پتا چلے۔ جب سے آئی ہوں پریشان بیٹھی ہوں، تمام تفصیلات جاننے کے لیے“۔ وہ بڑی پُر شوق نگاہوں سے ایمن کی طرف دیکھتے ہوئے بولی اور وہ اس کے برابر میں بیٹھتے ہوئے بڑے پُر جوش انداز میں اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔

”رامیہ! مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا۔ سب کچھ کسی خواب جیسا لگ رہا ہے۔“ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی اور رامیہ اس کی خوشی پر اس سے زیادہ خوش تھی۔

”تمہیں پتا ہے دانیال مجھے پہلے دن ہی بہت اچھا لگا تھا، مگر سب کچھ اس طرح ہو جائے گا میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ I am so happy“ ایک عجیب سی سرخوشی اور مسرت اس کے ہر ہر انداز سے ظاہر ہو رہی تھی۔

”لیکن تم نے مجھے اس کے ساتھ مل کر کتنا ستایا ہے۔ کتنی بری دوست ہو تم“۔ وہ منہ پھلا کر بولی اور اس کی یہ خفگی وہ تھوڑی ہی دیر میں دور کرنے کے بعد اس سے آج کے تمام واقعات سن رہی تھی۔

''خبردار اگر تم نے کچھ سنسر کیا تو''۔ اس نے ایمن کو پہلے ہی دھمکی دے دی تھی اور وہ اسے گھورتے ہوئے نان اسٹاپ شروع ہو چکی تھی۔

☆

''پھر اب اس کے بعد آگے کیا ارادے ہیں۔ جاب کرنی ہے یا گھر بیٹھنا ہے۔'' معاذ نے چائے کا سپ لیتے ہوئے اسے مخاطب کیا تھا۔ آج اس کا یہاں آخری دن تھا اور وہ معاذ سے ملنے اس کے کمرے میں آئی تھی۔

''پتا نہیں ابھی میں نے فیصلہ نہیں کیا۔ شاید جاب کروں یا شاید کچھ اور''۔

وہ لیمن ایڈ سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بولی۔

''بھئی واہ کیا شان بے نیازی ہے۔ محترمہ یہ آپ کی اپنی زندگی ہے جس کے بارے میں آپ اتنے سرسری اور عام سے انداز میں بات کر رہی ہیں۔ ماس کمیونیکیشن میں ماسٹرز بھی شاید یونہی اتفاقاً کر لیا ہوگا''۔ وہ مذاق اڑانے والے انداز میں بولا اور وہ بُرا مانے بغیر بڑے اطمینان سے بولی۔

''بھئی میری عادت ہے کہ میں کسی بھی چیز کو سر پر سوار کر کے زندگی اور موت کا مسئلہ نہیں بناتی۔ اب آپ چاہے اسے اچھی عادت سمجھیں یا بُری، ویسے میرے قریب ترین تمام افراد اسے میری سب سے بُری عادت قرار دیتے ہیں، مگر میں زندگی کو جیسی ہے جہاں ہے کی بنیاد پر گزارنا پسند کرتی ہوں۔ میں Ambitious نہیں ہوں۔ ہاں ایک نارمل انسان ہونے کی حیثیت سے میرا دل چاہتا ہے کہ مجھے کسی ملٹی نیشنل فرم میں شان دار قسم کی جاب مل جائے یا پھر فیشن ڈیزائننگ پڑھنے لندن چلی جاؤں، مگر ان دونوں میں سے اگر کوئی ایک بات بھی نہ ہوئی تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں جتنی مطمئن آج ہوں، ایسی ہی رہوں گی''۔

''بڑے اونچے بلکہ درویشانہ قسم کے خیالات ہیں۔ سنا ہے درویش ٹائپ لوگ اتنے ہی بے نیاز ہوتے ہیں''۔ وہ جو اس کی باتیں بڑے غور سے سن رہا تھا۔ بے اختیار ہنستا ہوا بولا تھا اور وہ بھی اس کے تبصرے پر ہنس پڑی تھی۔

''ویسے اگر آپ چاہیں تو یہاں جوائن کر سکتی ہیں۔'' معاذ کی اس آفر پر وہ حیرت کے مارے اچھل پڑی تھی۔

''آپ جاب کی آفر کر رہے ہیں۔ وہ بھی مجھے جب کہ آپ کی رائے کے حساب سے تو میں ایک غیر ذمہ دار اور لاپروا لڑکی ہوں''۔ وہ اپنے ازلی صاف گو انداز میں بولی تھی۔

''ہاں تو میں اپنے بیان سے پھرا نہیں ہوں۔ غیر ذمہ دار تو آپ ہیں، مگر اس کے ساتھ ساتھ بہت ذہین اور کری ایٹو دماغ بھی رکھتی ہیں، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ آپ کی ذہانت کو یہ لاپروائی ہی ڈبوتی ہے''۔ چائے کا کپ خالی کرتا ہوا، وہ بھی صاف گوئی سے بولا ''اور آپ کی لاپروائیوں اور غیر ذمہ داریوں کا علاج میں بہت اچھی طرح کر سکتا ہوں۔ اس لیے مجھے اس طرف سے کوئی فکر نہیں ہے۔ آفٹر آل آپ جانتی ہی ہیں۔ کام کے معاملے میں بدتمیزی کی حد تک روڈ اور بے حد پروفیشنل انداز اختیار کرتا ہوں''۔ وہ بڑے اطمینان سے مسکراتے ہوئے بولا تھا۔ اسے سوچ میں پڑتا دیکھ کر وہ کہنے لگا۔

"کیا ہوا؟ کیا سوچنے لگیں؟"

"کچھ نہیں میں بس یہ سوچ رہی تھی کہ مجھے آپ کی آفر قبول کر ہی لینی چاہیے۔ ویسے آپ نے دانیال سے اس بارے میں بات کی؟" وہ جواباً بولی تھی۔

"بات تو نہیں کی، لیکن اسے کیا اعتراض ہوگا"۔ وہ کندھے اُچکا کر بولا۔

"ٹھیک ہے میں تو راضی ہوں، بس ذرا ممی پاپا سے اور مشورہ کرلوں پھر آپ کو انفارم کردوں گی"۔ وہ کرسی پر سے اُٹھتے ہوئے بولی تھی اور معاذ نے گردن ہلادی تھی۔

ممی پاپا کو کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ وہاں کا ماحول بھی اچھا تھا اور فارغ گھر میں بیٹھنے سے بہتر تھا کہ وہ کچھ نہ کچھ کر ہی لے، لہٰذا اس نے اگلے ہی روز سے وہاں باقاعدہ جوائن کرلیا۔ ایمن کے لیے دانیال کا پرپوزل آچکا تھا اور وہ آج کل گھر میں رہ کر سگھڑ خاتون بننے کی کوششوں میں مصروف تھی۔

"یار دانیال بتا رہا تھا کہ اس کی مما کو بڑی سگھڑ قسم کی گھریلو لڑکی چاہیے جو دہلی والوں کی تمام ڈشز بڑی عمدہ بناتی ہو۔ اب تم بتاؤ مجھے کیا نہاری، قورمہ اور شاہی ٹکڑے بنانے آتے ہیں۔ بابا ہم تو سیدھی سادی عام سی ڈشز بنالیں، وہی غنیمت ہے"۔ وہ فون پر اپنے دکھڑے اسے سناتی اور جواب میں وہ ہنستے ہوئے گنگناتی۔

"یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھئے"۔

دانیال کی فیملی بظاہر لبرل نظر آنے کے باوجود کسی قدر کنزرویٹو بھی تھی، اسی وجہ سے اسے شادی کے بعد جاب کی اجازت ملنا مشکل ہی تھا۔

☆

وہ کمپیوٹر پر Game کھیل رہی تھی۔

"دیکھو ہمایوں میں نے کتنا شاندار کارٹون بنایا ہے"۔ وہ عاشق صاحب کا کارٹون بنا کر اب داد طلب نظروں سے ہمایوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"واقعی بہت اچھا بنا ہے"۔ اپنے عقب سے آتی معاذ کی آواز اسے کرنٹ لگا گئی تھی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے گردن گھما کر دیکھا تو وہ خشمگیں نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔ حمنیٰ اور ہمایوں اپنے لبوں پر مچلتی مُسکراہٹ کا گلا گھونٹے بظاہر کام میں خود کو مصروف ظاہر کر رہے تھے۔

"میں نے جو کام کہا تھا، وہ ہوگیا"۔ وہ سخت گیر باس بنا کھڑا تھا۔ جواب میں اس نے گردن ہلائی تو وہ۔

"ٹھیک ہے میرے کمرے میں آئیں"۔ کہتا باہر نکل گیا تھا۔ اس کے جاتے ہی ہمایوں قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا، جبکہ حمنیٰ اس کی ناراضی کے خیال سے ہنوز اپنی مسکراہٹ دبائے بیٹھی تھی۔ وہ ہمایوں کی طرف مکا لہراتی باہر نکلی۔

"تشریف رکھیے"۔ معاذ نے اپنا خفگی بھرا انداز برقرار رکھتے ہوئے کہا، جبکہ وہ بالکل مطمئن تھی۔

''میرا کام مکمل ہو گیا تھا۔ فارغ وقت میں بیٹھ کر میں جو بھی کروں۔ میں نے کام کرنے میں تو کوتاہی نہیں کی ناں''۔ وہ خود کو اطمینان دلاتی بڑے سکون سے بیٹھی تھی۔

''کتنی فضول حرکت کر رہی تھیں۔ آپ اگر میرے بجائے پیچھے سے عاشق صاحب آجاتے تو کتنی بُری بات ہوتی کارٹون بنایا تو بنایا اس پر اتنا بڑا ابڑا ''مسٹر عاشق'' بھی لکھ دیا''۔ وہ بھی شاید یہ دیکھ کر کہ کام تو وہ پورا کر چکی تھی، اب دوسری طرف آ گیا تھا۔

''دنیا میں وہ اکیلے تو ''عاشق'' نہیں ہیں۔'' کہتے ساتھ ہی اپنے جملے کے نامناسب ہونے کا احساس ہوا تو وہ سنبھل کر فوراً تصحیح کرنے والے انداز میں بولی۔

''میرا مطلب ہے کہ اس نام کے بے شمار لوگ دُنیا میں موجود ہیں۔ اس پر بھی اگر وہ یہی سمجھتے تو ان کی مرضی''۔ اس کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، جبکہ معاذ نے بڑی مشکلوں سے خود کو قہقہہ لگانے سے روکا تھا، پھر بھی وہ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی ہنسی تو دیکھ ہی چکی تھی اور خود اسے بھی ایک دم ہنسی آ گئی تھی۔

''اچھا تو آپ فارغ بیٹھی بور ہو رہی تھیں۔ چلیں اس کا حل ابھی نکال لیتے ہیں۔'' وہ ایک موٹی سی فائل اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

''اکرم آج چھٹی پر ہے۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ یہ کس سے ٹائپ کرواؤں، چلیں میرا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور آپ کی بوریت بھی دور ہو جائے گی۔ ٹائپ ہو جائیں تو سارے صفحات کے لیٹر پیڈ پر پرنٹ لے لیجیے گا۔ پانچ بجے میری میٹنگ ہے۔ تب تک تو ہو ہی جائے گا''۔ وہ اس کے ہراساں چہرے پر ایک نظر ڈالتا ہوا بولا۔

''اتنے سارے پیج''۔ وہ بے ہوش ہونے کے قریب تھی۔

''زیادہ نہیں ہیں۔ دیکھنے میں اتنے لگ رہے ہیں۔ شاباش شروع ہو جائیں''۔ وہ اپنے کمرے میں موجود کمپیوٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا اور وہ مرے مرے قدموں سے چلتی کمپیوٹر تک آ گئی تھی۔ اسے وہاں بیٹھا کر وہ خود کہیں چلا گیا تھا۔ اس کی ٹائپنگ اسپیڈ بس گزارے لائق تھی۔ صرف اس حد تک کہ وہ اپنے اسائنمنٹ وغیرہ خود ٹائپ کر لیا کرتی تھی، مگر یہ موٹی تازی فائل تو اسے بُری طرح ہولا رہی تھی۔ معاذ کی واپسی دو بجے سے کچھ پہلے ہوئی تھی۔

''کیا ہوا، ہو گئے ٹائپ''۔ وہ بڑے اطمینان سے اپنی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔

''یہ اتنے سارے پیج شام تک میں کبھی بھی ٹائپ نہیں کر سکتی''۔ وہ رونی صورت لیے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''جاب میں ''میں یہ نہیں کر سکتی'' اور ''یہ نہیں ہو سکتا ہے''۔ قسم کے جملوں کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ جاب کرنی ہے تو جو کام کہا جائے گا، وہ کرنا بھی ہوگا، بغیر کسی Argument کے''۔ وہ بڑی بے مروتی سے بولا تھا۔

''میری جاب ٹائپسٹ کی تو نہیں ہے''۔ وہ پھر منہ پھٹ انداز میں بول پڑی تھی اور وہ اس کے انداز پر طنزیہ انداز میں بولا تھا۔

''اچھا تو کیا کارٹونسٹ کی ہے؟'' وہ ایک دم سر جھکا کر شرمندہ سی ہو گئی تھی۔

''آئندہ کبھی کسی کا کارٹون نہیں بناؤں گی، پرامس''۔اس مصیبت فائل سے جان چھڑانے کے لیے وہ بڑی عاجزی سے بولی تھی۔

''لنچ کرلیا؟'' وہ پیون کو ٹرے اُٹھائے اندر آتا دیکھ کر اس سے پوچھ رہا تھا۔

''نہیں''۔اسے ٹائپنگ کرتے اس بات کا دھیان ہی نہیں رہا تھا کہ لنچ ٹائم شروع ہو کر ختم بھی ہو چکا ہے۔

''آجائیں پھر ساتھ لنچ کرتے ہیں''۔وہ کچھ دیر پہلے کا سخت گیر رویہ ترک کر کے دوستانہ انداز میں بولا۔

''تھینک یو۔میں لنچ لے کر آئی ہوں''۔ایمن کے بغیر اسے باہر کھانا کھانے کے لیے جانا عجیب سا لگتا تھا، اس لیے وہ لنچ لے کر آنے لگی تھی۔

''اور جو میں یہ اتنا سارا لے کر آیا ہوں، یہ سب کون کھائے گا''۔وہ ٹرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

''آپ میری وجہ سے یہ سب لے کر آئے ہیں؟'' وہ اس کی ٹیبل پر رکھی ٹرے پر نظریں ڈالتے ہوئے بولی۔''کے ایف سی'' کے برگر، چکن، فرائز، اور پیپسی سب ہی کچھ موجود تھا۔

''میں کسی پہلوان گھرانے سے تعلق رکھتا نہیں ہوں کہ اتنا سارا کچھ اکیلا کھا جاؤں گا''۔وہ منہ بنا کر بولا تو رامیہ اس کے سامنے والی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

''آپ کو یہ کیسے پتا تھا کہ میں نے اب تک لنچ نہیں کیا ہوگا''۔وہ گلاس میں اسٹرا لگاتے ہوئے بولی۔

''جو فائل میں آپ کو دے کر گیا تھا، اسے دیکھ کر کوئی بھی نارمل آدمی کھانا پینا بھول سکتا ہے''۔وہ شرارت سے مُسکرایا تھا اور رامیہ اپنی کچھ دیر پہلے کی کیفیت یاد کر کے ہنس پڑی تھی۔

☆

ایمن کی دانیال کے ساتھ بات پکی ہوگئی تھی اور بجائے منگنی وغیرہ کے ڈائریکٹ شادی ہو رہی تھی۔ایک مہینے بعد کی تاریخ رکھی گئی تھی اور اتنے شارٹ نوٹس پر ہونے والی یہ شادی ایمن کے ساتھ ساتھ اسے بھی بوکھلا گئی تھی۔دانیال کی بہن Denmead سے آئی ہوئی تھیں اور انہیں کی وجہ سے شادی اتنی جلدی ہو رہی تھی۔وہ آفس کی مصروفیت کے ساتھ ساتھ ایمن کو تیاریوں میں بھی بھرپور حصہ لے رہی تھی۔

''شادی کے بعد اگر اسے مجھ سے ملنے سے روکا یا ہماری دوستی پر کوئی اعتراض کیا تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا''۔ہر بار دانیال سے ملنے پر وہ یہ جملہ ضرور کہتی اور وہ اس کی دھمکیوں پر ہنس دیا کرتا۔ممی کے ہاتھ پاؤں جوڑ کر اور بہت سے وعدے کرنے کے بعد وہ انہیں اس بات پر آمادہ کر چکی تھی کہ وہ اسے آفس خود گاڑی ڈرائیو کر کے جانے دیں، جس روز اس کا ایمن کے ساتھ شاپنگ کا پروگرام ہوتا تو وہ دانیال کو بتا کر جلدی سے اُٹھ جایا کرتی اور وہ بے چارہ اسے انکار بھی نہیں کر پاتا تھا۔ان لوگوں کا فائنل سمسٹر کا رزلٹ آگیا تھا اور حیرت انگیز بات یہ ہوئی تھی کہ وہ Top Ten پوزیشن ہولڈرز میں شامل تھی، اس کی آٹھویں پوزیشن آئی تھی، جبکہ ایمن نے اسے فون پر یہ بات بتائی تو اسے یقین ہی نہیں آیا تھا۔

فرسٹ سمسٹر سے لے کر پچھلے سمسٹر تک اس کی کبھی کوئی پوزیشن نہیں آئی تھی۔بس سیدھا سادا پاس ہوگئے۔پیپرز تو خیر اس کے اچھے ہوئے تھے، مگر پھر بھی وہ ایسی کوئی اُمید نہیں کر رہی تھی۔دانیال، ممی پاپا اور بہنوں سب ہی نے اسے گفٹس دیے تھے۔اس کی فرینڈز زوردار ٹریٹ کا

مطالبہ کر رہی تھیں اور وہ خود بھی بے حد خوش تھی۔

وہ گاڑی پارک کر کے بیگ کندھے پر ڈالتی آگے بڑھی، اسی وقت معاذ بھی اپنی گاڑی سے اُترتا نظر آیا۔ اسے دیکھ کر وہ رُک گئی تھی۔

''ہیلو! کیا حال ہیں''۔ اس کے پاس آتے ہی وہ مُسکرا کر بولی تھی۔

''ٹھیک ٹھاک، آپ سنائیں۔ آج کل تو جلدی غائب ہو جاتی ہیں''۔ وہ اس کے برابر چلتا ہوا بولا۔

''ہاں وہ شادی کی تیاریوں کی وجہ سے میں نے دانیال سے اسپیشلی پرمیشن لی ہوئی ہے''۔

''اسے سسرالیوں کی ہاں میں ہاں ملانے کے علاوہ اور آتا ہی کیا ہے اور آپ تو خاص الخاص سسرالی ہیں۔ آپ کی ناراضی تو وہ افورڈ کر ہی نہیں سکتا۔'' وہ لفٹ میں داخل ہوتا ہوا بولا۔

آفس میں داخل ہوئے تو وہ اسے اپنے کمرے میں بلاتا خود بھی اندر داخل ہو گیا۔ وہ اپنی ٹیبل کی دراز کھول کر اس میں سے کچھ نکالنے لگا تھا، جبکہ رامیہ خاموش کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

''تین دن سے یہ ساتھ لیے پھر رہا ہوں، مگر آپ سے ملاقات ہی نہیں ہو پاتی تھی۔ جس وقت میں آتا آپ جا چکی ہوتی تھیں۔ اینی وے میری طرف سے پوزیشن آنے پر بہت بہت مبارک باد قبول کریں''۔ وہ خوب صورت پیکنگ پیپر میں لپٹا تحفہ اس کی طرف بڑھائے کھڑا تھا۔

''اس تکلیف کی کیا ضرورت تھی۔ آپ نے وش کر دیا، وہ بھی کافی تھا''۔ وہ تحفہ قبول کرنے سے ہچکچا رہی تھی۔

''میں دوست بہت کم بناتا ہوں۔ صرف جو لوگ مجھے اچھے لگیں، انہیں سے دوستی کرتا ہوں، مگر جس سے ایک بار دوستی کر لوں، پھر اسے ہمیشہ نبھاتا ہوں اور میں اپنے دوستوں کے ساتھ ان کی خوشیاں ضرور شیئر کرتا ہوں۔'' وہ بڑی سنجیدگی سے بول رہا تھا اور رامیہ نے کچھ سوچ کر تحفہ اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا۔

''تھینک یو۔ ویسے اس میں ہے کیا؟'' وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے گفٹ کھولنے لگی تھی۔ Blanc Mont کا خوب صورت پین سیٹ دیکھ کر وہ خوشی سے بولی تھی۔

''اتنے خوب صورت گفٹ کے لیے ایک دفعہ پھر تھینکس''۔

''اچھا لگا یا ایسے ہی مروت میں تعریف کر رہی ہیں''۔ وہ انٹر کام پر چائے کا کہنے کے بعد بولا تھا۔

''نہیں واقعی بہت اچھا ہے اور سب کے گفٹس سے ڈفرنٹ بھی، باقی سب نے تو زیادہ تر جیولری یا سوٹ ہی دیئے ہیں۔'' وہ دوبارہ پین سیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ پھر اس کے بعد وہ چائے پی کر اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ اپنے کرسی سنبھالنے کے بعد بھی وہ کتنی ہی دیر تک پین سیٹ کو دیکھتی رہی۔ ایسا تو نہیں تھا کہ اسے زندگی میں پہلی مرتبہ کوئی اہمیت دے رہا تھا۔ اس سے پہلے یونیورسٹی میں ارسلان اور خاندان میں فراز اس کے کافی آگے پیچھے پھرتے تھے، مگر اس طرح سے اس نے کبھی کسی کے لیے محسوس نہیں کیا تھا۔ اس کا دِل الگ ہی انداز میں دھڑکنے لگا تھا۔ اپنی یہ بدلتی کیفیت تو وہ کافی عرصے سے محسوس کر رہی تھی، مگر قصداً خود کو لاپرواہ ظاہر کر کے اس طرف سے دھیان ہٹا لیا کرتی تھی۔ اس کے اوپر معاذ کا پہلا

تاثر قطعاً خوشگوار نہیں پڑا تھا، مگر بعد میں وہ جس طرح اس سے ملتا اور باتیں کرتا، وہ انداز اسے چونکنے پر مجبور کرتا۔

وہ دو دن نہیں آئی تو اس نے فون کر دیا۔ پھر اس کے کہے بغیر خود ہی جاب آفر کر دی۔ وہ اس کی ایک ایک بات سوچ رہی تھی۔

''لیکن اس نے ایسا کچھ کہا تو نہیں۔ ہوسکتا ہے یہ میرا وہم ہو''۔ وہ کچھ اُلجھ کر سوچنے لگی۔ مگر دماغ کی اس تاویل کو اس کے دِل نے فوراً ہی رد کر دیا۔

''وہم کیسا؟ کیا وہ ایسے ہر ایک کو گفٹ دیتا پھرتا ہے؟ کیا ہر ایک کے لیے خود جا کر لنچ لایا کرتا ہے؟'' جو بات اس کا دل اسے سمجھا رہا تھا، وہ بڑی خوب صورت اور انوکھی تھی۔ محبت اس کائنات کا سب سے خوب صورت اور حسین جذبہ۔ جو اندر باہر ہر طرف روشنی ہی روشنی بھر دیتا ہے۔ یوں لگنے لگتا ہے، جیسے ہم خوش ہیں تو ہمارے ساتھ ساری دُنیا خوش ہے۔ کہیں کوئی دُکھ کوئی غم ہے ہی نہیں۔ اپنے تبدیل ہوتے انداز وہ خود ہی محسوس کر رہی تھی۔

صبح آفس کے لیے تیار ہوتے وقت اس کا دِل بہت اچھی طرح تیار ہونے کو چاہتا۔ وہ بمشکل خود کو سمجھاتی، اپنے روٹین کے انداز ہی میں تیار ہوتی۔ جس دن وہ آفس نہ آتا، وہ بے کل سی رہتی۔ اکثر وہ ایمن سے وعدہ کرنے کے باوجود آفس سے جلدی نہیں اُٹھتی تھی۔ ''اگر میرے جانے کے بعد وہ آگیا تو''۔ وہ خود سے کہتی، حالانکہ معاذ سے اس کی وہی روٹین کی باتیں ہوتی تھیں۔ کبھی کبھی تو وہ آفس اتنی تھوڑی دیر کے لیے آتا کہ صرف سلام دُعا ہی ہو پاتی تھی۔

ممی نے اسے فراز کے پرپوزل کی بابت بتایا تو وہ فوراً ہی انکار میں گردن ہلاتے ہوئے بولی۔

''کیا ممی.......... ابھی تو میں فارغ ہوئی ہوں اور آپ کو اتنی جلدی شادی کی پڑ گئی ہے۔ مجھے لائف کو انجوائے کرنے دیں''۔ وہ اس کے دوٹوک انکار پر چڑ گئی تھیں۔

''فوراً شادی کے لیے کون کہہ رہا ہے۔ صرف انگیجمنٹ کر دیتے ہیں، شادی پھر سال ڈیڑھ سال بعد کریں گے۔ اتنے اچھے رشتے روز روز نہیں ملتے، پھر جیسی تمہاری نیچر ہے تو کسی لمبی چوڑی سسرال میں تو تمہارا گزارہ نہیں ہوسکتا۔ برداشت تم میں نام کو نہیں ہے اور وہاں سوائے فراز، نجمہ اور بھائی صاحب کے اور ہوتا ہی کون ہے اور ان دونوں کا بھی آدھا سال تو امریکہ ہی میں گزرتا ہے۔ تمہارے لحاظ سے یہ آئیڈیل پرپوزل ہے۔ پھر اس میں فراز کی اپنی مرضی بھی شامل ہے''۔ وہ اسے سمجھاتے ہوئے پیار سے بولیں تو وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

''فراز کی مرضی ہے تو میں کیا کروں۔ میری مرضی تو نہیں ہے ناں۔ ضروری ہے جو مجھے پسند کرے، میں بھی اسے پسند کروں''۔

''فراز میں آخر بُرائی کیا ہے؟ پڑھا لکھا ہے، اپنا ٹھیک ٹھاک بزنس ہے اور عادت کا بھی بہت اچھا ہے اور کیا چاہیے تمہیں؟'' وہ خفا ہو گئی تھیں۔

''میں نے کب کہا کہ وہ بُرا ہے۔ مجھے بھی وہ بہت اچھا لگتا ہے، مگر صرف ایک کزن اور دوست کی حیثیت سے''۔ وہ ان کی ناراضی کے جواب میں بڑے اطمینان سے بولی تھی اور وہ بغیر کچھ کہے خفگی سے اس کے پاس سے اُٹھ گئی تھیں۔

☆

ایمن کی شادی کا فنکشن پی سی میں ارینج کیا گیا تھا۔ وہ پچھلے دو دن سے ایمن ہی کے گھر میں رُکی ہوئی تھی۔ شادی کے دن کے لیے اس نے آف وائٹ کلر کا گھا گھرا بنایا تھا۔ تیار ہونے کے بعد اس نے خود کو آئینے میں دیکھا تو اپنا آپ خود ہی بڑا پیارا لگا۔ کل مہندی کے فنکشن میں معاذ کے دیئے کمنٹس اسے اب تک سرشاری میں مبتلا کیے ہوئے تھے۔ کل اس نے مہندی کلر کا نیٹ کا سوٹ پہنا تھا اور اپنے لمبے بالوں کو برش کر کے کھلا چھوڑ دیا تھا۔ ایمن اور دو تین فرینڈز نے اس کی تعریف کی تھی، مگر ان کی تعریف اسے اتنی مختلف نہ لگی تھی، جتنی معاذ کی۔ وہ اسے دیکھ کر ہائے ہیلو کرنے کے لیے اس کے پاس آئی تھی۔

''کل میں سوچ رہا تھا کہ شاید بلیو کلر تم پر بہت اچھا لگتا ہے اور آج یہی رائے میری اس گرین کلر کے بارے میں بھی ہے''۔ وہ اس کی ہیلو کے جواب میں بولا تھا اور وہ مُسکراتے ہوئے بولی تھی۔

''میرا خیال ہے مجھ پر ہر رنگ اچھا لگتا ہے''۔ وہ اس کے انداز پر ہنس پڑا تھا۔

''جی ہاں بالکل ٹھیک کہا۔ وہ امجد اسلام امجد نے تمہارے ہی بارے میں تو کہا ہے۔ تو جس رنگ کا کپڑا پہنے وہ موسم کا رنگ ہو جائے''۔

وہ اپنی بات انجوائے کرتا ہوا خود بھی ہنس رہا تھا۔

''ویسے انہوں نے جس کسی کے بارے میں کہا ہو۔ تمہارے اوپر واقعی ہر کلر اچھا لگتا ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا اور ان چند جملوں نے اسے کل سے لے کر آج تک اپنے حصار میں لیا ہوا تھا۔ باراتیوں کا استقبال کرتے وقت اس کی دانیال اور اس کے ساتھ ساتھ چلتے معاذ سے سلام دُعا ہو گئی تھی۔ نکاح ہو گیا اور وہ ''حسب توفیق'' حق دوستی نبھانے کے لیے خوب سارے آنسو بھی بہا چکی تو واپس مہمانوں کی طرف آ گئی۔ ایمن سے اتنی پرانی دوستی کی وجہ سے وہ اس کے خاندان کے تقریباً تمام ہی افراد سے واقف تھی۔ اس لیے بڑی گرم جوشی سے سب سے ملتی پھر رہی تھی۔ وہ نادرہ اور افشین سے خیر خیریت پوچھتی آگے بڑھی تو سامنے سے آتے معاذ کو دیکھ کر رُک گئی۔ اس کا دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اسی کے پاس آ رہا ہے۔ اس کے ساتھ چلتی اس لڑکی کو رامیہ نے سرسری نظروں سے دیکھا تھا۔

''اتنی دیر سے تمہیں ڈھونڈتا پھر رہا ہوں''۔ وہ اس کے پاس آ کر بولا تھا۔

''کیوں؟'' وہ حیران ہوئی۔

''تمہیں مزنا سے ملوانا تھا''۔ وہ اپنے برابر کھڑی لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تو رامیہ نے اس لڑکی کو بغور دیکھا۔ عام سے نقوش اور بڑی عام سی پرسنیلٹی۔ اس کی شخصیت میں ایسا کچھ بھی نہیں تھا جو اسے قابلِ توجہ بناتا ہو یا شاید معاذ کی شان دار اور بھرپور مردانہ شخصیت کے سامنے اس کی شخصیت دبی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ عام حالات میں وہ ایک قبول صورت لڑکی.......... کہلائی جا سکتی تھی، مگر معاذ کے برابر کھڑے ہو کر تو وہ بالکل ہی عام سی لگ رہی تھی۔

''اس سے ملو یہ مزنا ہے، میری فرسٹ کزن۔ ویسے پچھلے ایک سال سے کزن کے علاوہ اس کا ایک اور تعارف بھی ہو گیا ہے، وہ یہ خود بتائے گی.......... اور مزنا یہ ہے رامیہ میری دوست، بہت ذہین، بہت بولڈ اور بے حد بااعتماد۔ اس سے بات کرتے مجھے ہمیشہ ڈر لگتا ہے کہ پتا نہیں

ابھی سامنے سے کیا جواب آ جائے''۔ اسے معاذ کی آواز بہت دور سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

ایسا لگا تھا جیسے اندر کہیں کوئی چیز بہت بری طرح کرچی کرچی ہو کر ٹوٹی تھی۔

''کیا ہے معاذ؟ تم تعارف بھی ڈھنگ سے نہیں کروا سکتے''۔ مزنا نے اسے گھورا تھا، پھر اس کی طرف متوجہ ہو کر بولی تھی۔

''ہماری لاسٹ ایئر انگیجمنٹ ہوئی ہے''۔

''اور شادی کا فی الحال کوئی امکان نہیں ہے، کیونکہ محترمہ کو بائیو کیمسٹری میں M.S.C کرنے کے بعد اب سی ایس ایس کرنے کا بھوت سوار ہوا ہے۔ تم ہی لوگوں کے ساتھ تو اس نے بھی پاس آؤٹ کیا ہے''۔ وہ ایک نظر مزنا پر ڈالتا اس کی طرف متوجہ ہوا تو وہ خود کو سنبھال چکی تھی۔

''بہت خوشی ہوئی تم سے مل کر''۔ وہ مزنا کا ہاتھ تھام کر گرم جوشی سے بولی۔

''مجھے بھی اور میرا تو معاذ سے تمہارا ذکر سن سن کر ہی تم سے ملنے کا بہت دل چاہنے لگا تھا۔ یہ بہت کم ہی کسی کی تعریف کرتا ہے۔ تمہاری تعریف سن کر مجھے یقین تھا کہ کوئی بہت ہی علیحدہ قسم کی لڑکی ہے، جس کی معاذ اس طرح تعریف کرتا ہے''۔ وہ جواباً بڑی خوش دلی سے مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

''معاذ کہنے لگا، دانیال کی شادی ہے چلو گی، سچ پوچھو تو میں صرف تم سے ملنے ہی کی خاطر اس کے ساتھ آئی ہوں''۔ وہ بڑی خوب صورت سی مسکراہٹ چہرے پر لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے اپنے ساتھ کھڑے بندے پر انتہا سے زیادہ اعتبار اور بھروسہ ہے۔ اسی لیے اس کی نظروں میں رامیہ کو نہ تو کسی قسم کی جیلیسی نظر آئی تھی اور نہ ہی کوئی شک۔ اسے شاید پورا یقین تھا کہ ساتھ کھڑا یہ بے حد منفرد بندہ صرف اور صرف اسی کا ہے اور اس کی جگہ کوئی دوسرا کبھی بھی نہیں لے سکتا۔

''پھر تمہیں مجھ سے مل کر کیسا لگا۔ مایوسی تو نہیں ہوئی؟'' وہ جتنے آرام سے کھڑی ہو کر اس سے باتیں کر رہی تھی، اس پر اسے خود ہی تعجب ہو رہا تھا۔ سب ہی کہتے تھے کہ اس میں برداشت نہیں ہے۔ تحمل، معاملہ فہمی اور صبر جیسے لفظوں سے وہ قطعاً نا آشنا ہے اور آج زندگی میں پہلی مرتبہ اسے اپنے بارے میں آگاہی حاصل ہو رہی تھی۔

''ہم کسی اور کو سمجھنے کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں، جبکہ اکثر اوقات ہم خود اپنے آپ ہی کو نہیں سمجھ پاتے''۔ اسے ایسا لگا جیسے وہ خود پہلی دفعہ رامیہ کمال سے مل رہی ہے۔ رامیہ کمال جو بے حد بولڈ اور آؤٹ اسپوکن ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی برداشت والی اور اپنے تمام تر احساسات دوسروں سے چھپا لینے والی ایک بڑی ہی مختلف لڑکی ہے۔ وہ آج پہلی مرتبہ اس سے متعارف ہو رہی تھی۔

''تم سے مل کر بہت اچھا لگا ہے۔ مجھے یقین ہے جس طرح تمہاری معاذ سے دوستی ہے، اسی طرح مجھ سے بھی ہو جائے گی اور ویسے اس نے تمہاری اتنی تعریفیں کرنے کے باوجود ایک بات مجھے نہیں بتائی تھی اور وہ یہ کہ یو آر سو کیوٹ اینڈ چارمنگ''۔ وہ بڑے دوستانہ انداز میں مسکراتے ہوئے اس کی تعریف کر رہی تھی۔ معاذ خاموشی سے کھڑا مسکراتا ہوا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

''آپ دونوں خواتین باتیں کریں میں ذرا دولہا میاں کو مورل سپورٹ دینے جا رہا ہوں''۔ وہ ایمن کی بہنوں اور کزنز کے نرغے میں

گھرے دانیال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ وہاں دودھ پلائی پر ہنگامہ مچا ہوا تھا۔

”ویسے یہ دولہا بن کر اچھا خاصا معقول بندہ چغد کیوں نظر آنے لگتا ہے؟“ وہ دانیال کی حد درجہ معصوم سی شکل پر نظریں جمائے ہنستا ہوا بولا تھا۔

”بتاؤں گی دانیال کو آپ کے یہ سنہری خیالات بائی دا وے آپ کب چغد بن رہے ہیں؟“ وہ شرارت سے مسکرائی تھی۔

”دیکھو ابھی یہ محترمہ سی ایس ایس کا شوق پورا کر لیں۔ نومبر میں ان کے ایگزیمز ہوں گے۔ دعا کرو یہ Written میں ہی فیل ہو جائے۔ تو پھر تو فوراً ہی شادی ہو جائے گی، ورنہ خدانخواستہ اگر کلیر کر لیا تو پھر تو شادی لمبی ہو گئی“۔ اس کی بات پر رامیہ ہنس پڑی تھی، جبکہ مزنا نے اسے بُری طرح گھور کر دیکھا تھا۔

”یہ دراصل میری ذہانت سے جیلس ہوتا ہے۔ وہی مردانہ انا کا مسئلہ عورت کا اپنے برابر آتے تو مرد حضرات کبھی برداشت کر ہی نہیں سکتے“۔

”دیکھا تم نے کتنی لڑاکا ہے یہ۔ اس سے مل تمہیں یقیناً میرے مستقبل کا سوچ کر مجھ پر رحم آیا ہوگا“۔ وہ رامیہ سے مخاطب ہوا تھا۔

”خیر تم لوگ باتیں کرو، میں ذرا دانیال کو سسرالیوں کے حملوں سے بچا لوں۔“ وہ فوراً ہی آگے بڑھ گیا تھا اور مزنا اور وہ آپس میں باتیں کرنے لگی تھیں۔

”یہ جب لندن سے پڑھ کر آیا، اسی وقت سے میرے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ پورے دو سال بڑی مستقل مزاجی سے میرے پیچھے لگا رہا تو مجھے اپنا رویہ بدلنا پڑا۔ دراصل میں ابھی منگنی یا شادی وغیرہ کے چکر میں پڑنا نہیں چاہتی تھی، مگر معاذ نے مجھے میرے خیالات تبدیل کرنے پر مجبور کر ہی دیا“۔ وہ اس بے حد عام سی لڑکی کی یہ باتیں بڑے تعجب سے سن رہی تھی۔ ایسا اس میں کیا تھا کہ معاذ جیسا شخص اس کے پیچھے دیوانہ ہوتا۔ ہمارے ہاں خوب صورتی کا جو پیمانہ مقرر ہے۔ ان میں سے وہ کسی ایک پر بھی پوری نہیں اُتر رہی تھی۔ کافی دیر تک اس سے باتیں کرنے کے بعد وہ وہاں سے اٹھی تو ایسا لگا جیسے شہرِ دل میں ہر طرف سکوت چھایا ہوا ہے۔ یوں جیسے کہیں کوئی آواز کوئی آہٹ تک نہیں ہے۔ اتنے سارے خوش باش لوگوں کے اس ہجوم میں وہ خود کو ایک دم تنہا اور بالکل اکیلا محسوس کر رہی تھی۔ جب دِل خوش تھا تو تنہائی میں بھی محفلیں آباد تھیں، ہر سو خوشی تھی اور جب دِل اُداس ہوا تو محفل بھی ویران اور اجنبی لگنے لگی تھی۔

وہ خود کو سنبھالتی سارا وقت ہنستی مُسکراتی رہی تھی۔ کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہم کبھی بھی کسی کے ساتھ شیئر نہیں کرنا چاہتے۔ اپنے قریب ترین افراد سے بھی نہیں۔ ممی نے اس کی اُتری ہوئی شکل دیکھی تو پریشان ہو گئی تھیں۔

”کچھ نہیں ممی بس ذرا تھکن ہو گئی ہے۔ تین چار دن سے پوری نیند نہیں سوئی ہوں، اس لیے۔ ریسٹ کروں گی تو خود ٹھیک ہو جاؤں گی۔“ وہ انہیں اطمینان دِلاتی اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

”کب اس نے کہا تھا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ کب اس نے کہا کہ مجھے تم اچھی لگتی ہو۔ اس کے خلوص اور دوستی کے میں نے خود ہی یہ معنی نکالے تھے، اس میں اس کا کیا قصور۔ غلطی تو میری اپنی ہے“۔ وہ بلک بلک کر روتے ہوئے اپنے آپ سے لڑ رہی تھی۔

”لیکن اس کا وہ انداز، وہ باتیں کیا سب کچھ غلط تھا۔ جو باتیں مجھے میرے دِل نے سمجھائی تھیں کیا سب غلط تھیں۔ میری اپنی ذہنی اختراع

تھیں۔ اس کی وہ توجہ، وہ التفات، وہ تعریفیں کیا سب جھوٹ تھا۔ وہ اپنے ہر دوست سے اسی طرح ملتا ہے، جس طرح مجھ سے ملتا تھا۔ کیا سب کی اسی طرح پرواکرتا تھا، جیسی میری کرتا تھا۔ میں کس سے پوچھوں کون مجھے بتائے گا۔ یہ دوستی تھی، محبت تھی یا فلرٹ۔ مگر اس کی کوئی ایک بات بھی ایسی گرفت میں نہیں آرہی جس کی بنیاد پر میں اسے فلرٹ قرار دے سکوں اور اس کا گریبان پکڑ کر پوچھوں کہ تم نے میرے ساتھ اس طرح کیوں کیا۔ یہ کیسا کھیل کھیلا ہے معاذ تم نے میرے ساتھ آخر کیا بگاڑا تھا، میں نے تمہارا۔ تمہارا مجھے مزنا سے خاص طور پر ملوانا۔ کیا تم میری بے بسی کا تماشا دیکھنا چاہتے تھے۔ کیا یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کبھی کسی کو خاطر میں نہ لانے والی رامیہ تمہارے لیے کس طرح ٹوٹ کر بکھرے گی، تم نے سب کچھ کتنی چالاکی سے کیا۔ میں تم سے جا کر لڑ بھی نہیں سکتی کہ جو باتیں میرے دل نے مجھے سمجھائی تھیں، وہ تم نے اپنی زبان سے تو کبھی نہیں کہی تھیں۔ تم صاف انکار کر دو گے، میرا مذاق اڑاؤ گے۔ کبھی کبھی یہ دل ہمیں کتنا خوار کرتا ہے۔ کیا جو لوگ دل کا کہا مانتے ہیں، اس کی باتوں پر یقین کرتے ہیں، وہ گھاٹے کا سودا کرتے ہیں۔ کیا دِل جھوٹ بھی بولتا ہے؟'' وہ خود ہی سوال جواب کرتی روئے جا رہی تھی۔

☆

ایمن کی شادی کے لیے اس نے چھٹیاں لی ہوئی تھیں، ولیمہ کے اگلے روز جب وہ آفس گئی تو معاذ کا اسے دیکھ کر اپنا سب کام چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جانا رامیہ نے پوری شدتوں سے محسوس کیا تھا۔ دانیال کی عدم موجودگی میں آج کل وہ سارا ٹائم یہیں دے رہا تھا۔ دن بھر میں کئی مرتبہ اپنے کام سے وہ معاذ کے کمرے میں گئی تھی۔ لنچ بھی اسی کے ساتھ کیا تھا۔ اس سے مزنا کے بارے میں باتیں کی تھیں۔ ان دونوں کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی تھی۔ ایسا کر کے وہ اپنی زخمی انا کو تسکین پہنچا رہی ہے۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا۔ وہ بھی کسی قسم کی حیرت ظاہر کیے بغیر معمول کے انداز میں اس کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔

''تم بظاہر خود کو لاپروا پوز کرنے کے باوجود میرے ہر ہر انداز کا بغور جائزہ لے رہے ہو۔ مجھے پتا ہے اور شاید تم میرے بارے میں یہ سوچ رہے ہو گے کہ میں کتنی کامیاب اداکارہ ہوں۔ مجھے خود کو دوسروں سے چھپانا آتا ہے۔ جو تم میری آنکھوں میں دیکھنا چاہتے تھے وہ نہیں دیکھ پا رہے اور اس پر یقیناً تمہیں بہت کوفت ہو رہی ہوگی''۔

''ضروری ہے جو مجھے پسند کرے میں بھی اسے پسند کروں''۔ اپنی کچھ عرصہ پیشتر کہی بات گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اس کے ذہن میں گونج رہی تھی۔

''نہیں یہ کوئی ضروری نہیں کہ جو مجھے پسند کرے۔ اسے میں بھی پسند کروں اور جسے میں پسند کروں۔ وہ بھی مجھے پسند کرے ایسا ہونا بھی ضروری نہیں ہے''۔ اس نے بڑی تلخی سے سوچا تھا۔

''مگر میں خود اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی، وہ میرے لیے ایک عام انسان تھا۔ اس نے خود مجھے ضرورت سے زیادہ اہمیت دے کر، اپنی باتوں سے اپنے انداز سے اپنی طرف متوجہ کروایا تھا۔ ہم لڑکیاں چاہے پڑھی، لکھی ہوں یا جاہل، چاہے امیر ہوں یا غریب اندر سے سب ایک جیسی ہوتی ہیں۔ میٹھی باتوں اور غیر معمولی التفات پر سب کچھ قربان کر دینے والی۔ ہاں ایمن سب تمہاری طرح خوش قسمت نہیں ہوتے کہ انہیں

مخلص اور سچا چاہنے والا ملے۔ ایسا اتفاقاً ہوتا ہے مگر جو میرے ساتھ ہوا وہ ہم میں سے اکثر لڑکیوں کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ ہم خوابوں کی دُنیا میں رہتی ہیں اور خود سے ملنے والا کوئی بھی ایسا شخص جس میں ہمیں ہمارے خوابوں کی تعبیر نظر آ رہی ہوتی ہے۔ اس پر اپنا آپ نچھاور کر دیتی ہیں۔ ہمیں ایسا لگتا ہے کہ یونیورسٹی میں ساتھ پڑھنے والا کلاس فیلو جو بڑے خلوص سے ملتا ہے، ہمارے لیکچرز مس ہو جائیں تو اپنے لیکچرز اور نوٹس پیش کرنے والا زندگی بھر ہمارا ساتھ نبھائے گا، اگر جاب کرنے نکلیں تو اپنے کسی ہینڈسم سے کولیگ میں ہمیں ہمارے مسٹر رائٹ کی جھلک نظر آنی شروع ہو جاتی ہے۔ ہم کیوں ان مردوں کے جال میں پھنستے ہیں، کیوں ان کے ان اندازوں کو جو وہ ہمارے بارے میں لگاتے ہیں، صحیح ثابت کرتے ہیں اور جس وقت وہ تفریحاً ہمارے ساتھ وقت پاس کر رہے ہوتے ہیں اور ہم اسے سچی محبت سمجھ کر دل و جان لٹانے کو تیار ہوتے ہیں۔ اس وقت یہ مرد ہم پر دِل ہی دِل میں کتنا ہنستے ہوں گے۔ وہ ہماری بے وقوفی سے کتنا محظوظ ہوتے ہوں گے۔ کیوں ہم خود کو دوسروں کے لیے تفریح فراہم کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں۔

ایک بہت بولڈ، بے تحاشا خوب صورت اور ذہین لڑکی تمہیں نظر انداز کر رہی تھی اور یہ بات تمہاری مردانہ انا اور وقار کو ٹھیس پہنچا رہی تھی۔ میرا یہ کہنا کہ میں کسی بھی چیز کو سر پر سوار کر کے زندگی اور موت کا مسئلہ نہیں بناتی، بقول تمہارے میرا درویشانہ مزاج تمہیں میری طرف مائل کر گیا تھا۔ تمہیں رامیہ کمال کا مختلف ہونا اچھا نہیں لگا۔ تم نے سوچا اسے بھی اسی کیو میں کھڑا ہونا چاہیے۔ جہاں تم باقی لڑکیوں کو کھڑا دیکھتے ہو۔ جو تمہاری اسمارٹنیس، ذہانت اور دولت سے متاثر ہو جاتی ہیں اور دیکھ لو جو تم نے چاہا وہ ہو گیا۔ میں رامیہ کمال واقعی مختلف نہیں تھی، مگر میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ میں نے واقعی زندگی میں کبھی کسی چیز یا شخص کو اتنی اہمیت نہیں دی کہ اس کے نہ ملنے پر خود کو روگ لگا لوں اور آج بھی میں ویسی ہی ہوں۔ مجھے تو اپنا خود اپنی ہی نظروں سے گر جانا بہت دُکھ دے رہا ہے۔ اب سے پہلے میں اپنے آپ سے محبت کرتی تھی، خود اپنی عزت کرتی تھی، مگر اب نہیں کرتی۔ اور یہ دُکھ ساری عمر میرے ساتھ رہے گا کہ رامیہ کمال خود اپنی ہی عزت نہیں کرتی۔ تمہیں تو شاید میں کبھی یاد بھی نہیں کروں گی۔

دو مہینے بعد جب میں تمہیں اپنی اور فراز کی شادی کا رڈ دیتے ہوئے یہ بتاؤں گی کہ ہمارا رشتہ سات آٹھ ماہ پہلے طے ہو گیا تھا، تو شاید تمہیں شاک لگے گا۔ تم اپنی میرے بارے میں قائم کردہ رائے پر شاید نظر ثانی بھی کرو، مگر یہ سب بھی اس ذلت کا مداوا نہیں ہو سکتا جو میں نے محسوس کی۔ کاش ہم لڑکیاں جاگتے میں خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔ ہمیں سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنی آ جائے۔ محبت اور فلرٹ میں ہم فرق کر سکیں۔ کاش کبھی کوئی ہمیں تفریح کی چیز نہ سمجھ سکے۔ کیا کبھی ہم لڑکیاں اتنی میچور ہوں گی۔ کیا کبھی ایسا ہو گا کہ کوئی رامیہ کمال کسی معاذ علی خان کے فون کرنے پر، اس کے گفٹ دینے اور وش کرنے پر، اس کی تعریفوں پر سر جھٹک کر آگے بڑھ جائے گی۔ وہ اس بات کو بڑے سرسری انداز میں لے گی کیا کبھی ایسا ہو گا؟ کب ہم خوابوں کی دُنیا سے نکل کر حقیقت کی دُنیا میں قدم رکھیں گے؟ آخر کب؟

❁......❁